قرآنی نظامِ ربوبیت کا پیامبر

اشاعت کا بہتّرواں سال

ماہنامہ

طلوعِ اسلام

جولائی 2015ء

لاہور

علامہ اقبالؒ کے ایماء اور قائداعظمؒ کی خواہش پر 1938ء سے شائع ہونے والا ماہنامہ

عید مبارک

جشنِ نزولِ قرآنِ مجید پر ہدیۂ تبریک قبول فرمائیے

اے نوعِ انسانی! تمہارے پاس تمہارے نشو ونما دینے والے کی طرف سے ایک ضابطۂ حیات آ گیا ہے جو ہر اس کشمکش کا علاج ہے جو تمہارے سینوں کو وقفِ اضطراب رکھتی ہے۔ جو قوم اس کی صداقتوں پر یقین رکھتی ہے یہ اس کی رہنمائی، زندگی کی منزل مقصود کی طرف کرتا ہے اور اسے سامانِ نشو ونما سے بہرہ یاب کر دیتا ہے۔ کہو کہ یہ خدا کے فضل و رحمت سے عطا ہوا ہے۔ لہٰذا تمہیں چاہیے کہ ایسے ضابطۂ حیات کے ملنے پر جشنِ مسرت مناؤ۔ یہ اس تمام ساز و سامان سے بہتر ہے جسے تم جمع کرتے ہو۔

(القرآن الکریم، یونس 10، آیت 58)

جلد 68 شمارہ نمبر 07 جولائی 2015ء

ماہنامہ

طلوعِ اسلام

لاہور

ناشر و چیئرمین
محمد اکرم راٹھور

مجلسِ ادارت
ڈاکٹر انعام الحق ۔ ڈاکٹر منظور الحق
خواجہ ازہر عباس

مدیر انتظامی
محمد سلیم اختر

قانونی مشیر
ملک محمد سلیم ایڈووکیٹ

اس شمارے میں

عنوان	مصنف	صفحہ نمبر
لمعات	ادارہ	4
پرویز صاحب کا نظریہ اجتہاد (فقہ) قسط پنجم	ملک منظور حسین لیل	10
قرآن کریم روح انسانی۔۔۔۔۔	خواجہ ازہر عباس	22
لغات القرآن: خ ل ف	غلام احمد پرویزؒ	25
کافر، کافر، کافر، کافر	عطاء الحق قاسمی	31
فکرِ قرآنی کے سلسلے میں اک جہانِ نو کی تشکیل	نیر اقبال علوی	35
ایک اور قیامت	مجیب الرحمٰن شامی	42
طفیلی پودے، یتیم کیڑے	جاوید چوہدری	45
باب المراسلات		49
طلوع اسلام کے مقاصد پر ایک بحث	ڈاکٹر انعام الحق	51

ENGLISH SECTION

Surah *'Abasa*(عبس) – Durus-al-Qur'an By G.A.Parwez
Parah 30: Chapter 8 Translated by: Dr. Mansoor Alam 56

زرِ تعاون 40 روپے فی پرچہ
پاکستان -/450 روپے سالانہ
بیرون ملک 2500 روپے سالانہ

بینک اکاؤنٹ نمبر
3082-7 نیشنل بینک آف
پاکستان، مین مارکیٹ گلبرگ
برانچ کوڈ (0465)۔ لاہور

ادارہ طلوعِ اسلام B-25 گلبرگ نمبر 2، لاہور۔ 54660، (پاکستان)
فون: 042-35714546
E-mail: idarati@gmail.com

ادارہ طلوعِ اسلام (رجسٹرڈ) کی مطبوعات سے حاصل شدہ جملہ آمدن قرآنی فکر عام کرنے پر صَرف کی جاتی ہے

اشتیاق اے مشتاق پرنٹرز سے چھپوا کر B-25، گلبرگ II لاہور سے شائع کیا

طلوعِ اسلام

دلیل صبح روشن ہے ستاروں کی تنک تابی
افق سے آفتاب ابھرا، گیا دورِ گراں خوابی

عروقِ مردۂ مشرق میں خونِ زندگی دوڑا
سمجھ سکتے نہیں اس راز کو سینا وفارابی

مسلماں کو مسلماں کر دیا طوفانِ مغرب نے
تلاطم ہائے دریا ہی سے ہے گوہر کی سیرابی

عطا مومن کو پھر درگاہِ حق سے ہونے والا ہے
شکوہِ ترکمانی، ذہن ہندی، نطق اعرابی

اثر کچھ خواب کا غنچوں میں باقی ہے تو اے بلبل!
"نوا را تلخ تر می زن چو ذوقِ نغمہ کم یابی"

تڑپ صحن چمن میں، آشیاں میں، شاخساروں میں
جدا پارے سے ہو سکتی نہیں تقدیر سیمابی
وہ چشم پاک بیں کیوں زینت برگستواں دیکھے
نظر آتی ہے جس کو مردِ غازی کی جگر تابی

ضمیر لالہ میں روشن چراغِ آرزو کر دے
چمن کے ذرّے ذرّے کو شہیدِ جستجو کر دے

(بانگِ درا۔علامہ اقبالؒ)

(جاری ہے)

لمعات

رویتِ ہلال اور ہمارے "علمائے کرام"

جن مہینوں کے پہلی تاریخ کے چاند کو ہمارے معاشرے میں خاص اہمیت حاصل ہے ان میں شاید ہی کوئی مہینہ ایسا ہو جس کی رویتِ ہلال میں ہر سال اختلاف نہ ہوتا ہو۔ اس اختلاف کو دور کرنے کی اپیل کیجئے تو فوراً ایک ''حدیث'' پڑھ کر سنا دی جاتی ہے کہ ''اختلاف امتی رحمۃ'' (میری امت کا اختلاف رحمت ہے) صحاح، سنن، مسانید، موطات، مصنفات، معاجم غرض دنیا کی کسی کتابِ حدیث میں یہ حدیث موجود نہیں لیکن اسے خوب اچھالا گیا ہے جس کا مقصد اس کے سوا اور کچھ نہیں کہ اختلافات باقی رہیں اور پارٹی لیڈرشپ پر زد نہ آئے۔ اگر گروہی جھگڑے بالکل ختم ہو جائیں تو بہت سے لوگوں کی سیادت و قیادت بلکہ ان کا وہ مصرف ہی ختم ہو جاتا ہے جس سے ان کا مفادِ عاجل وابستہ ہے یہ جھوٹی اور جعلی روایت (اختلاف امتی رحمۃ) کچھ اس انداز سے پیش کی جاتی ہے کہ گویا اتحادِ امت رحمت نہیں ہے۔ صرف اختلافِ امت ہی سراپا رحمت ہے۔ نتیجہ ظاہر ہے کہ رمضان اور عید الفطر میں بھی یہ حضرات رویتِ ہلال کی صحیح تاریخ نہیں معین کر پاتے۔

اب وقت آ گیا ہے کہ ہر روز کی اس بیکار کی الجھن کو بالکل ختم کر دیا جائے اور اس کی صرف ایک شکل ہے اور وہ یہ ہے کہ فلکی حساب پر اعتماد کر کے اعلان کر دیا جائے کہ فلاں دن سے فلاں مہینہ شروع ہوگا ہمارے علمائے کرام کو فلکیات کے علم پر غالباً کوئی اعتماد نہیں کیونکہ حدیث شریف میں صرف اتنا آیا ہے کہ **صوموا الرویۃ وافطر والرویۃ**۔ چاند دیکھ کر روزہ رکھو اور چاند دیکھ کر عید کرو۔

ایک امی اور سادہ ترین تمدن رکھنے والی امت کو اس سے زیادہ اور کیا بتایا جا سکتا تھا؟ جو امت لکھنا پڑھنا بھی نہ جانتی ہو اس کے لئے بجز ''رُویت'' کے اور کیا طریقہ تجویز فرما سکتے تھے۔ وہاں فلکی تقویم کے وہ اکتشافات موجود نہ تھے۔ نیز اس وقت رویت کا بدل صرف ایسی عینی شہادتیں ہو سکتی تھیں جو قرب و جوار سے حاصل ہو جائیں اور اس قرب و جوار کی مسافت اتنی مختصر و محدود ہو کہ ایک انسان ۔۔۔ پیدل یا سوار ۔۔۔ آسانی سے چند گھنٹوں میں خبر لے کر آ جائے۔ اب حالات بدل چکے ہیں۔ رسل و رسائل کا یہ حال ہے کہ ہزاروں میل سے چوتھائی سیکنڈ

میں خبریں آجاتی ہیں۔ مسافت اتنی سکڑ گئی ہے کہ مہینوں کا راستہ گھنٹوں میں طے ہو جاتا ہے۔ فلکی علوم اور تقویمات کا یہ عالم ہے کہ اب وثوق کے ساتھ معلوم ہے کہ:

(۱) ۲۹ دن، ۱۲ گھنٹے، ۴۴ منٹ اور ۷،۱۱ اعشاریہ ۸۷ سیکنڈ میں چاند اپنی گردش پوری کر لیتا ہے۔

(۲) ۳۶۵ دن ۶ گھنٹے ۹ منٹ اور ۹۔ اعشاریہ ۵ سیکنڈ میں زمین اپنی مداری گردش پوری کر لیتی ہے۔

اور آج پورے وثوق کے ساتھ مہینوں پہلے یہ پیشگوئی کر دی جاتی ہے کہ

(۳) اتنے بج کر اتنے منٹ اور اتنے سیکنڈ پر فلاں جگہ چاند گرہن یا سورج گرہن لگنا شروع ہوگا۔ اور چاند یا سورج کے اتنے حصے پر گہن لگے گا اور پھر کم ہونا شروع ہوگا۔ اور اتنی دیر تک فلاں جگہ اور اتنی مدت تک فلاں جگہ گہن قائم رہے گا۔

اس موقع پر ہماری طرف سے کچھ سننے کے بجائے **صبحی محمصانی** کی زبان سے سنئے وہ اس موضوع پر بحث کرتے ہوئے کہ **امعلول یدور مع علته وجودا وعدما** (معلول اپنی علت کے ساتھ موجود و معدوم ہوتا ہے) لکھتے ہیں کہ:

> (عربی سے ترجمہ) ''اور اسی قاعدے کی بنیاد پر بعض فقہاء نے فلکی حساب سے اسلامی مہینوں خصوصاً رمضان کے ہلال کی تعیین کو جائز قرار دیا ہے اور اس کی تشریح یوں کی ہے کہ وہ حدیث جس میں روزے کے متعلق صرف رویت ہلال پر اعتماد کرنے کا حکم ہے ایک منصوص علت کے ساتھ وابستہ ہے اور وہ یہ ہے کہ (مخاطب) امت امی واقع ہوئی تھی جو لکھنا اور حساب کتاب کرنا نہیں جانتی تھی۔ لہٰذا جب یہ امت اُمیّت سے نکل کر لکھنے پڑھنے اور حساب و کتاب کے لائق ہوگئی اور لوگوں کے لئے ہلال کے حساب میں یقین اور قطعیت تک پہنچنے کا امکان و سامان پیدا ہو گیا تو اس عمومی صورت حال کے ہوتے ہوئے اور اُمیّت کی علت ختم ہونے کے بعد اب یہی ضروری ہے کہ لوگ اس (حسابی) قطعیت و یقین کی طرف رجوع کریں۔ اور ہلال کو معلوم کرنے کے لئے تنہا (فلکی) حساب و کتاب کا طریقہ اختیار کریں اور رویت کے (سابق طریقے) کی طرف وہیں رجوع کریں جہاں فلکیات کا جاننا دشوار ہو۔''

محمصانی نے یہ پوری عبارت اپنی مشہورِ عالم کتاب ''فلسفۃ التشریع'' میں احمد شاکر کی کتاب ''اوائل الشہور

العربیہ'' سے نقل کی ہے جو اسی مضمون پر لکھی گئی ہے کہ اب ہلال کے معاملہ میں فلکی حساب پر بلا تامل اعتماد کیا جا سکتا ہے۔اس عبارت سے جو نکات معلوم ہوتے ہیں وہ یہ ہیں کہ:

(۱) معلول ہمیشہ اپنی علت کے ساتھ بدلتا رہتا ہے۔

(۲) ہلال دیکھ کر صوم وافطار کا حکم اس امت کے لئے ہے جو اُمی ہو۔اور فلکیات سے واقف نہ ہو۔نہ خبریں پہنچائی جا سکتی ہوں' نہ اخبار وغیرہ پہنچتے ہوں۔

(۳) لیکن جہاں یہ مجبوریاں نہ ہوں وہاں بلا تامل فلکی علم کے مطابق تعیین ہلال کی جا سکتی ہے اور اسی کے مطابق اسلامی تقریبات ادا کی جا سکتی ہیں۔اس کے علاوہ ذرا یہ بھی ملاحظہ فرمایئے کہ آج پوری امت کس طرح اپنے بعض خالص دینی معاملات میں حساب وکتاب ہی پر اعتماد کر رہی ہے اور یہ اعتماد بالکل قابل اعتراض نہیں سمجھا جاتا۔مثلاً

(۱) آج کوئی بھی سحری کے وقت اٹھ کر سیاہ اور سفید دھاری کے امتیاز کو نہیں دیکھتا۔فلکی حساب ہی کے مطابق سائرن بجتا ہے یا گولا چھوٹتا ہے اور لوگ اس پر اعتماد کرتے ہیں۔

(۲) بلکہ افطار کے وقت بھی غروب آفتاب کی رویت کی ضرورت نہیں سمجھی جاتی اور فلکی ریاضیات ہی پر اعتماد کیا جاتا ہے۔

(۳) اب ایک نمازی بھی سایہ ناپ کر یا اپنی آنکھوں سے شفق وغیرہ کو دیکھ کر نمازیں نہیں پڑھتا بلکہ فلکی حساب کے مطابق جو اوقات نامے مسجدوں میں آویزاں ہوتے ہیں ان ہی پر اعتماد کر کے ساری نمازیں ادا کر لی جاتی ہیں۔

غرض کئی جگہ دینی معاملے میں فلکیات پر اعتماد کیا جاتا ہے تو ہلالِ رمضان وعید میں بھی فلکیات پر اعتماد کر لیا جائے تو کون سی قیامت آجائے گی؟ قرآن کی رُو سے تو قمری اور شمسی دونوں طریقوں سے کیلنڈر مقرر کیا جا سکتا ہے۔اگر ملت کے اجتماعی مصالح کا تقاضا یہ ہو کہ شمسی مہینوں کے مطابق حساب رکھنا زیادہ منفعت بخش ہے تو اس میں بھی کوئی حرج نہیں' اگر کبھی اسلامی نظام قائم ہوا اور اس نے ایسا فیصلہ کر لیا تو پھر رویتِ ہلال کی اہمیت ہی نہیں رہے گی۔نوعِ انسانی سمٹ کر ایک برادری بنتی جا رہی ہے۔جب یہ برادری ایک خدا کے ایک قانون (قرآن) کے تابع آجائے گی تو پھر حساب کتاب بھی اسی طرح رکھا جائے گا جس سے ان کی وحدت مستحکم ہوتی چلی جائے۔

خلع اور عدالتوں کے اختیارات

اسلامی نظریاتی کونسل کے حالیہ اجلاس میں مسلم عائلی قوانین زیر بحث آئے۔جس میں طلاق کے ’’معروف طریقوں‘‘ کے علاوہ نکاح کا دوسرے طریقوں سے خاتمہ بھی زیر بحث آیا۔کونسل نے مسلم انفساخ ایکٹ 1939ء عائلی قوانین 1961ء اور فیملی کورٹس کے قوانین کا جائزہ لیتے ہوئے ’’غیر شرعی طریقوں‘‘ کو نکالنے کا فیصلہ کیا اور رائے دی کہ مروجہ عدالتی خلع جس میں شوہر کی رضامندی کے بغیر عدالت یکطرفہ ڈگری جاری کرتی ہے، درست نہیں۔عدالتوں کو چاہئے کہ وہ خلع اور فسخِ نکاح میں فرق کریں۔(بحوالہ روزنامہ نوائے وقت 28 مئی 2015ء)

اس رپورٹ کے بعد پرنٹ میڈیا، الیکٹرانک میڈیا اور سوشل میڈیا پر ایک بحث چھڑ گئی۔روزنامہ پاکستان، لاہور مورخہ 29 مئی میں مختلف علماء کے بیانات شائع کیے گئے ہیں جن کے مطابق پیر افضل قادری صاحب نے کہا کہ قرآن میں واضح ہے کہ نکاح کی گرہ مرد کے ہاتھ میں ہے۔خلع شوہر کو راضی کر کے ہوسکتی ہے۔عورت ہر صورت شوہر کو راضی کرے اس کے بعد ہی میاں بیوی میں علیحدگی ہوسکتی ہے۔عدالتوں کو اس کا اختیار نہیں۔روزنامہ پاکستان کی رپورٹ کے مطابق اہلِ حدیث مسلک کے ہشام الٰہی ظہیر نے مولانا شیرانی (چیئرمین اسلامی نظریاتی کونسل) کے اس مطالبہ کو سرے سے اسلام کے منافی قرار دیا۔

ہمارے ہاں نظریاتی کونسل کی تشکیل مسلکی عصبیت کی بنیاد پر ہوتی ہے اس کی وجہ سیاسی ہے جب انتخاب اس معیار پر ہو تو اس کا نقصان یہ ہوتا ہے کہ کونسل کی رائے روایتی علماء کے فہمِ دین کے تابع چلی جاتی ہے جس میں ’’فقہ‘‘ اور شریعت کو مترادف خیال کیا جاتا ہے اور قدیم فقہی آراء سے انحراف کو جرم سمجھا جاتا ہے۔

روایتی ’’قانونِ شریعت‘‘ کی پیچیدگی کو دیکھ کر حیرت ہوتی ہے کہ اس کی رو سے کسی معمولی سے معمولی معاملہ کے متعلق بھی دوٹوک فیصلہ نہیں ملے گا۔اس کا اندازہ اوپر درج کیے گیے چند بیانات سے لگایا جاسکتا ہے اور پھر یہ کہ جتنی مرتبہ بھی کسی معاملہ کو زیر بحث لایئے، ہر بار اس میں نئی نئی شاخیں ابھرتی چلی آتی ہیں اور حرفِ آخر کہیں بھی جا کر نہیں ملتا۔اس کے برعکس، قرآن کی رو سے، دیکھئے تو یہ بات دو فقروں میں طے ہوجاتی ہے۔قرآنِ کریم نے نکاح کو فریقین (میاں، بیوی) کے درمیان ’’معاہدہ‘‘ قرار دیا ہے۔جس طرح معاہدہ کرنے کے لیے فریقین میں سے ہر فریق صاحبِ اختیار ہوتا ہے، اسی طرح معاہدہ کو ختم کرنے کے لیے بھی ہر فریق یکساں طور پر صاحبِ اختیار رہتا ہے۔اس میں فرق صرف اس قدر ہوتا ہے کہ معاہدۂ نکاح طے تو پاجاتا ہے انفرادی طور پر لیکن اسے فسخ کرنے میں چونکہ فریق ثانی کے مفاد کا بھی خیال رکھنا ہوتا ہے، اس لیے

قرآن کریم نے کہا ہے کہ اس کے لیے معاشرہ کے نظام عدل کی طرف رجوع کرنا چاہئے۔ اس طرح فسخِ معاہدہ کو قرآن کی اصطلاح میں طلاق کہتے ہیں۔ یہ طلاق جس طرح (عدالت کی رو سے) مرد حاصل کرسکتا ہے اسی طرح عورت بھی حاصل کرسکتی ہے۔ مرد کی طرف سے طلاق اور عورت کی طرف سے خلع کی تفریق قرآنی نہیں فقہی ہے۔ قرآن میں تو خلع کا لفظ تک نہیں آیا۔ اگر ہمارے قوانین شریعت کی نئے سرے سے تدوین قرآن کی رُو سے ہوجائے تو یہ تمام مشکلات دور ہوجائیں۔

''امن پرست'' بدھسٹوں کا روہنگیا مسلمانوں پر ظلم وتشدد

میانمار، برما میں روہنگیا مسلمانوں پر نام نہاد ''امن پرست'' بدھ مت کے پیروکاروں کے ظلم، بربریت، خون ریزی اور غارت گری کی خوفناک خبروں سے تمام دُنیا کے عام مسلمانوں میں ایک اضطراب کی کیفیت طاری ہے۔ دنیا کی مسلم مملکتوں کی طرف سے البتہ کوئی قابلِ ذکر ردِعمل یا عملی اِقدام دیکھنے میں نہیں آیا۔ میانمار کے روہنگیا مسلمانوں پر ظلم وتشدد کے پہاڑ ٹوٹنے کی خبروں اور تصویروں کو دیکھ کر روح کپکپا جاتی ہے۔ دوسری طرف اِن خبروں کو مبالغہ آمیز اور تصویروں کے جعلی ہونے کی خبریں بھی قومی وبین الاقوامی ذرائع ابلاغ میں گردش کررہی ہیں۔

اِس صورتحال میں پاکستان کے مسلمانوں میں اضطراب کے ساتھ ساتھ ایک گونہ کنفیوژن بھی پیدا کردی گئی ہے۔ اس صورتحال میں حکومت پاکستان پر یہ فرض بنتا ہے کہ وہ تحقیق کے بعد عوام تک صحیح معلومات پہنچانے کا بندوبست کرے اور روہنگیا مسلمانوں کی مدد کے جو بھی ذرائع ممکن ہوں اختیار کرے۔ یو۔این۔او میں مسئلہ اٹھائے، ریاستی سطح پر سفارتکاری کے ذریعے برما حکومت پر دباؤ ڈالے اور عملی طور پر ان مظلوموں کی مدد کو پہنچے۔ دنیا میں کہیں بھی کسی مسلمان پر ظلم ہو (بشمول پاکستان) ''اسلامی ریاست'' کے لیے اس ضمن میں قرآنِ کریم کا یہ حکم بڑا واضح ہے۔

وَمَا لَكُمْ لَا تُقَاتِلُونَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَالْمُسْتَضْعَفِينَ مِنَ الرِّجَالِ وَالنِّسَاءِ وَالْوِلْدَانِ الَّذِينَ يَقُولُونَ رَبَّنَا أَخْرِجْنَا مِنْ هَٰذِهِ الْقَرْيَةِ الظَّالِمِ أَهْلُهَا وَاجْعَل لَّنَا مِن لَّدُنكَ وَلِيًّا وَاجْعَل لَّنَا مِن لَّدُنكَ نَصِيرًا (4/75)

''۔۔۔بے بس اور ناتواں مرد، عورتیں، بچے، سب پکار پکار کر کہہ رہے ہیں کہ اے ہمارے پروردگار! ہمیں اس بستی سے نکال لے جس کے رہنے والے اس قدر ظالم اور سفاک ہیں اور ہمارے لیے اپنی جناب سے کوئی محافظ ونگران کوئی سرپرست اور مددگار بھیج دے۔ ان مظلوموں کی امداد کے لیے پہنچنا ''اللہ کی راہ میں'' جنگ کرنا ہے۔''

ہلالِ عید

غرّۂ شوّال! اے نورِ نگاہِ روزہ دار! آ! کہ تھے تیرے لئے مسلم سراپا انتظار
اوجِ گردوں سے ذرا دنیا کی بستی دیکھ لے! اپنی رفعت سے ہمارے گھر کی پستی دیکھ لے!

قافلے دیکھ اور ان کی برق رفتاری بھی دیکھ رہروِ درماندہ کی منزل سے بیزاری بھی دیکھ
دیکھ کر تجھ کو افق پر ہم لٹاتے تھے گہر اے تہی ساغر! ہماری آج ناداری بھی دیکھ
فرقہ آرائی کی زنجیروں میں ہیں مسلم اسیر اپنی آزادی بھی دیکھ' ان کی گرفتاری بھی دیکھ
دیکھ مسجد میں شکستِ رشتۂ تسبیحِ شیخ بتکدے میں برہمن کی پختہ زناری بھی دیکھ
کافروں کی مسلم آئینی کا بھی نظارہ کر اور اپنے مسلموں کی مسلم آزاری بھی دیکھ
بارشِ سنگِ حوادث کا تماشائی بھی ہو امتِ مرحوم کی آئینہ دیواری بھی دیکھ
ہاں' تملق پیشگی دیکھ آبرو والوں کی تو اور جو بے آبرو تھے' ان کی خود داری بھی دیکھ
جس کو ہم نے آشنا لطفِ تکلم سے کیا اس حریفِ بے زباں کی گرم گفتاری بھی دیکھ

صورت آئینہ سب کچھ دیکھ' اور خاموش رہ
شورشِ امروز میں محوِ سرودِ دوش رہ

اقبالؒ

ملک منظور حسین لیل۔ بھکر
0332-7636560
mhleeladv@yahoo.com

قسط پنجم

پرویز صاحب کا نظریۂ اجتہاد (فقہ)

(قانون سازی)

قانون سازی کا اہم ترین کام، ہر دور میں، بدلتے حالات اور ضروریات کے پیشِ نظر، قرآن کریم کی حدود میں رہتے ہوئے، پوری امت کی مشاورت سے جاری رہے گا۔ مشاورت کا طریقہ ءکار بھی پوری امت کی مشاورت سے وضع اور طے کیا جائے گا۔ انفرادی یا اجتماعی (گروہی) تدبر و تحقیق کو صرف تجاویز کی حیثیت حاصل ہوگی۔ قانون سازی کا اختیار کسی ایک فرد، گروہ، جماعت پارٹی یا فرقہ کو حاصل نہیں، یہ پوری امت (یعنی اسلامی مملکت) کا کام ہے۔

اسلامی فقہ اور سیکولرازم:۔ پرویز صاحب مختلف فقہ جات اور ان کی بنیاد پر فرقوں کے وجود کو کسی اسلامی مملکت میں خلافِ قرآن مانتے ہیں۔ وہ اسے سیکولرازم کہتے ہیں کہ تمام فرقوں اور مذاہب کو اجازت دے دی جائے کہ وہ اپنے اپنے مسلک (پرسنل لاء) کے مطابق زندگی بسر کریں جبکہ پبلک لاء حکومت کی طرف سے نافذ کیا جائے۔ ۱۹۷۴ء میں جب ''احمدیوں'' کے متعلق غیر مسلم ہونے کا فیصلہ پاکستان کی پارلیمنٹ نے کیا تو اُس وقت کے وزیرِ اعظم ذوالفقار علی بھٹو نے کہا تھا کہ انہوں نے یہ فیصلہ عوام کی اکثریت کی خواہش کے مطابق کیا ہے اور یہ کہ یہ فیصلہ مذہبی بھی ہے اور سیکولر بھی۔ اس پر طلوعِ اسلام دسمبر ۱۹۷۴ء کے لمعات میں سخت تنقید کی گئی جس سے اسلام میں قانون سازی کے اصول پر روشنی پڑتی ہے:۔ ''اس (بھٹو صاحب کے بیان) سے واضح ہے کہ اگر یہاں کی آبادی کی اکثریت ''احمدی'' افراد پر مشتمل ہوتی تو فیصلہ ان کے حق میں کیا جاتا۔ بالفاظِ دیگر، یہاں کے فیصلوں کا مدار و معیار، اکثریت کی خواہشات اور آراء ہیں۔ ہم پوچھنا چاہتے ہیں ملک کے اربابِ دانش و بینش سے کہ اسے ''سیکولر جمہوریت'' نہیں کہتے تو اور کیا کہتے ہیں؟۔ اب آیئے اربابِ مذہب کی طرف۔ انہوں نے شروع سے مملکت کے قوانین کو پرسنل (شخصی) لاز اور پبلک (ملکی) لاز میں تقسیم کر رکھا ہے۔ پرسنل لاز ہر فرقہ کی اپنی اپنی فقہ کے مطابق ہوں گے اور پبلک لاز مملکت کے وضع کردہ۔ ہم پوچھنا چاہتے ہیں اربابِ فکر و دانش سے کہ کیا یہ تقسیم سیکولر نظامِ سیاست کی وضع کردہ اور سیکولر حکومتوں میں رائج ہے یا نہیں؟۔ اور ہم دریافت کرنا چاہتے

ہیں اربابِ مذہب سے کہ کیا عہدِ رسالت مآب ﷺ اور خلافتِ راشدہ میں (جب اسلامی نظام قائم تھا) پرسنل لاز اور پبلک لاز میں یہ تفریق وتمیز موجود تھی؟۔کیا یہ مسلمانوں کے دورِ ملوکیت میں وضع نہیں ہوئی جب نظامِ حکومت سیکولر تھا۔یعنی جب مذہبی امور اور دنیاوی امور میں ثنویت کا نظریہ رائج اور نافذ کیا گیا تھا۔اب آیئے پبلک لاز کی طرف۔بیس پچیس سال تک یہ لوگ ڈھنڈورا پیٹتے رہے کہ ملک کا کوئی قانون، کتاب وسنت کے خلاف نہیں ہوگا۔اور اس کے بعد:۔

اکثریت کا سیکولر اصول:۔مودودی صاحب نے (جنہیں ان کے معتقدین امام احمد بن حنبلؒ کے ہم پایہ، امام ابن تیمیہؒ کے ہم دوش اور (معاذ اللہ) اللہ کا شاہکار قرار دیتے ہیں) فرمایا کہ:۔''پاکستان کی آبادی کی اکثریت چونکہ حنفی المسلک ہے اس لئے مملکت کے پبلک لاز فقہ حنفی پر مشتمل ہوں گے۔'' وہی ''اکثریت'' کا اصول جو سیکولر نظام کی اصل واساس ہے۔ذرا غور کیجئے! کہ انہوں نے یہ نہیں کہا کہ چونکہ (اُن کے نزدیک) فقہ حنفی اسلامی ہے اس لئے اسے ملک کا قانون قرار دیا جائے، کہا یہ ہے کہ چونکہ یہاں کی ''اکثریت'' حنفی المسلک ہے اس لئے ان کی فقہ کو ملک میں رائج کر دیا جائے۔کیا یہ دلیل وہی نہیں جسے سیکولر ازم اپنے نظریہ کی حمایت میں پیش کرتا ہے۔مودودی صاحب نے اپنے نظریہ کی مزید وضاحت یہ کہہ کر کر دی:۔''عام ملکی قانون بہرحال کتاب وسنت کی اسی تعبیر پر بنے گا جسے اکثریت مانتی ہے۔مراکو میں اکثریت مالکیوں کی ہے اس لئے وہاں کا پبلک لاء مالکی طرز پر بنے گا۔انڈونیشیا اور ملائیشیا میں اکثریت شافعی ہے اس لئے وہاں کا پبلک لاء شافعی تعبیر پر بنے گا۔ایران میں اکثریت شیعہ ہے اس لئے وہاں پبلک لاء شیعہ تعبیر پر بنے گا۔'' (ایشیا۔۲۳۔اگست ۱۹۷۰ء)۔''

مودودی (مرحوم) کا نظریہ:۔طلوعِ اسلام مارچ ۱۹۸۴ء۔ص۔۲۹:۔''مودودی (مرحوم) نے اس فقہ (فقہ حنفی) کے نافذ کرنے کی تجویز پیش کی تھی جس کے متعلق ان کے اپنے نظریات یہ تھے۔(۱):۔مجتہد خواہ کتنا ہی باکمال ہو، زمان ومکان کے تعینات سے بالکل آزاد نہیں ہوسکتا۔نہ اس کی نظر تمام ازمنہ واحوال پر وسیع ہوسکتی ہے۔لہٰذا، اس کے تمام اجتہادات کا تمام زمانوں میں اور تمام حالات کے مطابق ہونا غیر ممکن ہے۔(تفہیمات۔حصہ دوم۔پانچواں ایڈیشن۔ص۔۴۲۶)۔(۲):۔یہ سلف کون سے انبیاء تھے جن پر ایمان لانے کی مسلمانوں کو تکلیف دی گئی ہے۔(ایضاً۔ص۔۱۳۷)۔(۳):۔دوسرا بنیادی نقص اس مسخ شدہ مذہبیت میں یہ ہے کہ اس میں اسلامی شریعت کو ایک منجمد شاستر بنا کر رکھ دیا گیا ہے۔(ترجمان القرآن۔محرم۔۱۳۶۰ھ)۔(۴):۔میرا طریقہ یہ ہے کہ میں ان میں سے کسی کی تحقیق کو حرفِ آخر نہیں سمجھتا۔اور جب میرا، ان کے بیانات سے، اطمینان نہیں ہوتا تو خود غور وفکر کر کے رائے قائم کرتا ہوں۔(رسائل ومسائل۔حصہ دوم۔ص۔۱۶۰)۔(۵):۔میں نہ مسلک اہل حدیث کو، اس کی تمام تفصیلات کے ساتھ، صحیح سمجھتا ہوں، اور نہ حنفیت یا شافعیت ہی کا پابند ہوں۔(رسائل ومسائل۔حصہ اول۔ص۔۲۳۵)۔(۶):۔میرے نزدیک صاحبِ علم آدمی کے لئے تقلید ناجائز اور گناہ، بلکہ اس سے بھی کچھ شدید تر چیز ہے۔(ایضاً۔ص۔۲۴۴)۔(۷):۔انسان خواہ سراسر اپنی رائے سے اجتہاد کرے، یا کسی الہامی کتاب سے اکتساب کر کے اجتہاد

کرے، دونوں صورتوں میں اس کا اجتہاد دنیا کے لئے دائمی قانون اور اٹل قاعدہ نہیں بن سکتا۔ کیونکہ انسانی تعقل اور علم ہمیشہ زمانہ کی قیود سے مقید ہوتا ہے۔(تنقیحات۔ص۔۱۲۰)۔ یہ تھی خود مودودی (مرحوم) کے نزدیک وہ فقہ جسے انہوں نے پاکستان میں اسلامی قوانین کی حیثیت سے نافذ کرنے کا مشورہ دیا تھا۔"

فقہء قدیم میں ردوبدل:۔ "بزرگانِ سلف کے اجتہادات نہ تو اٹل قوانین قرار دیئے جا سکتے ہیں، اور نہ سب کے سب دریا برد کر دینے کے لائق ہیں۔ صحیح اور معتدل مسلک یہی ہے کہ ان میں ردوبدل کیا جا سکتا ہے۔" (رسائل و مسائل۔ حصہ دوم۔ ایڈیشن ۱۹۶۴ء۔ص۔ ۲۸۲)۔ "امام ابوحنیفہؒ کی فقہ میں آپ بکثرت ایسے مسائل دیکھیں گے جو مرسل اور معضل اور منقطع احادیث پر مبنی ہیں یا جن میں ایک قوی الاسناد حدیث کو چھوڑ کر، ضعیف الاسناد کو قبول کر لیا گیا ہے یا جن میں احادیث کچھ کہتی ہیں اور امام ابوحنیفہؒ اور ان کے اصحاب کچھ اور کہتے ہیں۔" (رسائل و مسائل۔ حصہ اول ۱۹۵۱ء۔ ایڈیشن۔ص۔ ۷۵۔ ۲۷۴۔ طلوعِ اسلام ستمبر ۱۹۷۷ء۔ص۔۳۱)۔

طلوعِ اسلام ستمبر ۱۹۸۰ء۔ص۔۳۸:۔ "مسلمانوں میں متعدد فرقے ہیں اور ہر فرقے کی فقہ اپنی اپنی ہے۔ ایک فرقہ، نہ کسی دوسرے فرقہ کی فقہ کو اسلامی تسلیم کرنے پر تیار ہوتا ہے، نہ ہی اپنی فقہ میں کسی قسم کے تغیر و تبدل کے لئے آمادہ۔ اندریں حالات، کسی ایک فرقہ کی فقہ کو، دوسرے فرقوں پر مسلط کرنا، اور ان سے کہنا کہ وہ اسلامی قوانین کی حیثیت سے اس کی اطاعت کریں، مذہب میں جبر ہوگا جسے کوئی بھی بطیبِ خاطر قبول نہیں کرے گا۔ چنانچہ اس تجویز کے خلاف (کہ ملک میں فقہ حنفی نافذ کر دی جائے) سب سے پہلے شیعہ حضرات نے صدائے احتجاج بلند کی۔ اس کے بعد، اہل حدیث نے یہ کہہ کر اس کی مخالفت کی کہ ہم تو فقہ کے مسلک ہی کو غیر اسلامی سمجھتے ہیں (خواہ وہ کوئی فقہ ہو) اس لئے ہم، فقہی قوانین کو کس طرح اسلامی تسلیم کریں گے۔"

اکثریت معیار نہیں:۔ طلوعِ اسلام دسمبر ۱۹۷۴ء۔ لمعات :۔" ہمارا مقصد نہ کسی فقہ کی تائید ہے نہ تنقیص۔ ہمارے نزدیک فقہ کسی خاص دور میں رائج قوانین کا نام ہے جو نہ دائمی اور غیر متبدل ہو سکتے ہیں اور نہ ہی لازماً اسلامی۔ اسلامی سے ہماری مراد ہے کتاب اللہ کے مطابق۔ ہمارا موقف یہ ہے کہ ہر دور کی اسلامی مملکت کتاب اللہ کی حدود کے اندر رہتے ہوئے اپنے زمانے کے تقاضوں کے مطابق قوانین خود مرتب کرنے کی مجاز ہوتی ہے۔ انہی قوانین کو فقہ کہا جائے گا۔ جسے عند الضرورت وہی مملکت یا کوئی آنے والی مملکت اپنی صوابدید کے مطابق تبدیل بھی کر سکتی ہے اور منسوخ بھی۔ ناقابلِ تغیر و تبدل۔۔۔ قرآنی احکام و اصول ہوں گے۔ ہم اس مقام پر جو کچھ کہنا چاہتے ہیں وہ یہ ہے کہ ان حضرات کے تصور کی رو سے اسلام میں صحیح اور غلط، اسلامی اور غیر اسلامی کے لئے کوئی مستقل، غیر متبدل معیار نہیں۔ معیار "اکثریت" ہے۔ جو کچھ اکثریت کے نظریہ اور مسلک کے مطابق ہو وہ قابل قبول (اور صحیح)، اور اقلیت کا نظریہ اور مسلک غلط اور ناقابل قبول، کیونکہ ان کی تعداد کم ہے۔ فرمائیے! اس اصول کو سیکولرازم کہا جائے گا یا اسلامی؟۔ اسلامی تصورِ حیات و نظامِ زندگی میں تعداد کی کثرت و قلت کچھ معنی نہیں رکھتی۔ اس میں معیارِ حق و باطل اور مدارِ اسلامی و غیر اسلامی

مستقل بالذات اور غیر متبدل ہے۔اس میں حق حق ہے خواہ اس کی تائید میں ایک ہاتھ بھی نہ اٹھے اور باطل، باطل خواہ اس کی حمایت دنیا کی ساری آبادی کرنے لگ جائے۔: وَلَوِ اتَّبَعَ الْحَقُّ اَهْوَآءَهُمْ لَفَسَدَتِ السَّمٰوٰتُ وَالْاَرْضُ وَمَنْ فِيْهِنَّ (۷۱/۲۳)۔''اگر حق لوگوں کی خواہشات اور خیالات کا اتباع کرنے لگ جائے تو کائنات میں سب تہس نہس ہو جائے''۔اسلامی تصورِ حیات اور سیکولرازم میں یہی بنیادی فرق ہے۔سیکولرازم عوام کی خواہشات اور آراء کے تابع رہتا ہے، اسلام میں اتباع ''حق'' کا ہوتا ہے، خواہ اکثریت کچھ ہی کیوں نہ کہے۔''

طلوعِ اسلام اکتوبر۔نومبر ۱۹۷۷ء۔صفحہ نمبر ۱۵:۔''ہم آپ سے یہ نہیں کہتے کہ آپ کسی سے جھگڑا کریں۔کسی قسم کی ایجی ٹیشن کریں۔قطعاً نہیں۔ہم صرف اتنا کہتے ہیں کہ آپ ان حضرات (مذہبی پیشواؤں) سے کہئے کہ وہ بتائیں کہ وہ بنیاد یا (Basis) کیا ہوگی جس کے مطابق آپ ایسے پبلک لاز بنا سکیں گے جسے تمام فرقے متفقہ طور پر اسلامی تسلیم کرلیں۔''کتاب و سنت'' کے متعلق تو مودودی صاحبؒ پہلے ہی کہہ چکے ہیں کہ وہ اس کی بنیاد نہیں بن سکتی۔اس کے بعد وہ بنیاد کون سی ہوگی؟۔جو شخص یا گروہ، ان حضرات سے اس بنیادی سوال کا مثبت اور واضح جواب لے لے گا، وہ قوم کا محسن تصور ہوگا۔یاد رکھئے! ان فرقوں کی فقہیں بھی الگ الگ ہیں۔ان کی حدیثیں بھی الگ الگ۔لیکن اُمت میں قدرِ مشترک قرآن مجید ہے۔جب تک، قرآن کریم کو اساس قرار نہیں دیا جائے گا، اسلامی قوانین کا کوئی ضابطہ مرتب نہیں ہو سکے گا۔''

اسلامی قانون کی اساس:۔ ۱۹۷۰ء میں ملک میں مارشل لاء نافذ تھا۔آئین نہیں تھا۔انتخابات کے بعد نئے آئین کے بارے میں سوچا جا رہا تھا۔مذہبی جماعتیں ملک میں اسلامی نظام کے نفاذ کی باتیں کر رہی تھیں۔اس پر طلوع، اسلام نے لکھا:۔''ضرورت اس امر کی ہے کہ مجلسِ دستور ساز کے اراکین سے یہ سوال پوچھا جائے کہ ملک میں قانون کی اساس کیا ہوگی ؟۔ہمارے نزدیک اس سوال کا جواب ایک ہے اور صرف ایک ہے اور وہ یہ کہ ہمیں اس مقصد کے لئے اُس دور کی طرف پلٹ جانا چاہیئے جب پہلے پہل اسلامی نظام کا وجود عمل میں آیا تھا۔ہم دیکھ چکے ہیں کہ اُس وقت اسلامی نظام کی تشکیل کے لئے دو اجزاء لاینفک تھے۔ایک کتاب اللہ جو قانون کی اساس تھی اور دوسرے وہ اتھارٹی جو متنازعہ معاملات میں کتاب اللہ کے مطابق فیصلے دیتی تھی۔آج ہمارے پاس بتوفیقِ ایزدی، یہ دونوں اجزاء موجود ہیں۔کتاب اللہ کی موجودگی کے متعلق کسی فرقے کو بھی کسی قسم کا شک وشبہ نہیں۔اتھارٹی کے لئے ہمارے ہاں ایک ایسی مملکت موجود ہے جس میں ہنوز کسی فرقے کی حکومت۔۔۔برسر اقتدار نہیں آئی۔اگر ہم اپنے آئین میں کتاب اللہ کو اساس قرار دے کر ایک ایسی اتھارٹی کا تعین کر دیں جو اس باب میں حَکَم بن سکے، تو سارا مسئلہ حل ہو سکتا ہے۔اس کے لئے شرطِ اوّلین یہ ہے کہ قرآن مجید سے اس طرح فیصلہ لینے کے لئے کسی خاص فرقہ کی روایات یا فقہ اثر انداز نہ ہو۔اگر قوم اس کے لئے تیار ہے تو اس ملک میں اسلامی نظام کا قیام ممکن العمل ہوگا۔اگر وہ اس کے لئے تیار نہیں تو پھر ہم جس قدر جلد اس خود فریبی سے نکل جائیں (کہ ہم اسلامی نظام قائم کرنا چاہتے ہیں) اسی قدر بہتر ہوگا۔ہم سمجھتے ہیں کہ قوم تو اس کے لئے تیار ہو جائے گی

لیکن ہماری مذہبی پیشوائیت اس کی راہ میں سنگ گراں بن کر حائل ہوگی۔ اس لئے کہ اسلامی نظام میں مذہبی پیشوائیت کا وجود ختم ہو جاتا ہے۔ اس وقت یہ حضرات جو "اسلامی نظام" کا شور مچا رہے ہیں، تو اس لئے کہ اس سے ان کا مقصد خود اپنی حکومت قائم کرنا ہے۔ آپ نے غور نہیں کیا کہ مودودی صاحب نے جو یہ تجویز پیش کی ہے کہ چونکہ کتاب وسنت کی رو سے کوئی متفق علیہ ضابطہء قوانین مرتب نہیں ہو سکتا اس لئے ملک میں فقہ حنفی رائج کر دی جائے تو اس کا مطلب کیا ہے؟۔ (واضح رہے کہ ہمیں نہ کسی خاص فرقے کی فقہ سے دشمنی ہے نہ کسی دوسرے فرقہ کی فقہ سے دوستی۔ چونکہ مودودی صاحب نے فقہ حنفی کا متعین طور پر نام لیا ہے اس لئے ہم بھی اسی کے حوالے سے بات کر رہے ہیں)۔ فقہ حنفی، ایک ضابطہء قوانین ہے۔ اس ضابطہ کو ملک کا قانون قرار دے دیا جائے تو پھر ملک میں کسی مجلسِ قانون ساز (Legislative assembly) کی ضرورت ہی نہیں رہتی۔ جب قانون بنا بنایا موجود ہے تو مجلسِ قانون ساز کی ضرورت کیا ہے۔ اگر اس میں کوئی دشواری پیش آئے گی تو اس کے لئے، اس فقہ کے ماہرین (علماء حضرات) کی طرف رجوع کرنا ہوگا۔ منیر کمیٹی کے سوال کے جواب میں، علماء حضرات نے یہی موقف اختیار کیا تھا۔ اس سے واضح ہے کہ جب آپ یہاں کوئی بنی بنائی فقہ رائج کریں گے تو اس کا عملی نتیجہ مذہبی پیشوائیت کی تھیا کریسی ہوگا۔" (لمعات۔ دسمبر ۱۹۷۰ء)۔

استحکامِ آیات اللہ کا عملی طریق:۔ طلوعِ اسلام مئی ۱۹۸۱ء۔ صفحہ نمبر ۲۶: "خدا کی آیات (قرآنی قوانین) اپنی منزہ شکل میں موجود تھیں۔ ضرورت صرف اس امر کی تھی کہ ان آیات کو "محکم" کیا جائے۔ (ثُمَّ يُحْكِمُ اللّٰهُ اٰيٰتِهٖ ؕ)۔ آیاتِ قرآنی کو "محکم" کرنے کے معنی یہ ہیں کہ انہیں دین کی اساس قرار دیا جائے۔ انہیں حق و باطل، جائز و ناجائز، صحیح اور غلط کا معیار تسلیم کیا جائے۔ لیکن یہ فریضہ انفرادی طور پر سرانجام نہیں دیا جا سکتا تھا۔ یہ اُمت کا اجتماعی فریضہ تھا۔ جس کے لئے ضروری تھا کہ ایک ایسی مملکت قائم کی جائے جس کا جملہ کاروبار، قرآن مجید کی حدود کے اندر رہتے ہوئے سرانجام پائے۔ کتبِ سماوی کے نزول کا مقصد یہی تھا۔ لِيَحْكُمَ بَيْنَ النَّاسِ فِيْمَا اخْتَلَفُوْا فِيْهِ ؕ۔ (۲/۲۱۳)۔ "کہ لوگوں کے اختلافی امور میں ان کے مطابق فیصلہ کیا جائے۔" رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی یہی کہا گیا تھا کہ: حْكُمْ بَيْنَهُمْ فَا بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ ۔ (۵/۴۸)۔ "تم لوگوں میں کتاب اللہ کے مطابق فیصلے کیا کرو۔" اس اُمت سے بھی واضح الفاظ میں کہہ دیا گیا تھا کہ: وَمَا اخْتَلَفْتُمْ فِيْهِ مِنْ شَيْءٍ فَحُكْمُهٗٓ اِلَى اللّٰهِ ؕ۔ (۴۲/۱۰)۔ "اگر کسی معاملہ میں تم میں اختلاف ہو جائے تو اس کا فیصلہ خدا کی کتاب کی رو سے کر لیا کرو۔" حتیٰ کہ حتمی طور پر اعلان کر دیا کہ: وَمَنْ لَّمْ يَحْكُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْكٰفِرُوْنَ (۵/۴۴)۔ "جو لوگ کتاب اللہ کے مطابق فیصلے نہیں کرتے انہیں کافر کہا جاتا ہے۔" لہٰذا، آیات اللہ کو محکم کرنے کے لئے خدا کی طرف سے کسی کے آنے کی ضرورت نہیں تھی۔ (خواہ اس کا نام کچھ ہی کیوں نہ رکھ لیا جائے)۔ اس فریضہ کو امت نے خود سرانجام دینا تھا۔ یعنی خارج از قرآن عناصر کو شریعتِ خداوندی قرار دینے کی بجائے، کتاب اللہ کو مملکت کا ضابطہء نظام قرار دینا، امت کا فریضہ تھا۔ اس کے لئے کسی مامور من اللہ کی ضرورت نہیں تھی۔ خدا کی طرف سے جس نے آنا تھا وہ آخری مرتبہ آکر اور خدا کی مکمل و محفوظ کتاب دے کر چلا گیا تھا (علیہ التحیۃ والسلام)۔ جیسا کہ میں پہلے کہہ چکا ہوں، اسلام صدیوں

سے دین کی بجائے مذہب بن چکا ہے۔ضرورت اس امر کی تھی کہ امت کو بتایا جائے کہ جس مذہب کی تم پیروی کر رہے ہو، وہ دین خداوندی نہیں۔ اسلام اسی صورت میں ''الدین'' کی شکل اختیار کر سکے گا جب اپنی ایک آزاد مملکت ہو اور اس میں قرآن کی حکمرانی ہو۔''

متفق علیہ:۔ قانون سازی کے معاملے میں مسلمانوں میں فرقوں کے وجود کی وجہ سے اختلاف پایا جاتا ہے۔یہی وجہ ہے کہ صدیوں سے دنیا میں کسی جگہ کوئی حقیقی اسلامی حکومت قائم نہیں ہوسکی۔ پاکستان اسلام کے نام پر حاصل کیا گیا تھا لیکن اس میں بھی فرقوں کے وجود نے ایسا نہیں ہونے دیا۔۱۹۷۷ء میں مارشل لاء کے نفاذ کے بعد نئے عام انتخابات کا اعلان کیا گیا تو طلوع اسلام نے اسلامی قوانین وضع کرنے کے بارے میں بحث وتمحیص کی کیونکہ قومی اتحاد، جس نے نفاذِ اسلام کا نعرہ لگایا تھا مذہبی جماعتوں پر مشتمل تھا اور توقع کی جا رہی تھی کہ مذہبی جماعتیں قومی اسمبلی میں اکثریت حاصل کر لیں گی جو اسلام نافذ کریں گی۔طلوع اسلام نے اگست ۱۹۷۷ء کے لمعات (اداریہ) میں لکھا کہ:۔''اب ملک میں پھر نئے انتخابات ہوں گے۔ اگر ان میں، مدعیانِ اسلامی نظام کو اکثریت حاصل ہوگئی، اور اس طرح زمامِ اقتدار ان کے ہاتھ میں آ گئی، تو تشکیلِ حکومت کے بعد، سب سے پہلا سوال جو ان کے سامنے آئے گا وہ اسلامی قوانین وضع کرنے کا ہوگا۔ اُس وقت نظری اصطلاحات سے کام نہیں چلے گا۔ اُس وقت یہ مسئلہ عملی شکل اختیار کر لے گا، اور جس حقیقت کا سامنا کرنے سے یہ حضرات اب تک گریز کرتے چلے آ رہے ہیں، وہ بے نقاب ہو کر ان کے سامنے کھڑی ہوگی۔ یعنی مختلف فرقوں کے علماء حضرات کے سامنے یہ سوال آئے گا کہ وہ ایک متفق علیہ اسلامی ضابطۂ قوانین مرتب کریں۔ اُس وقت مجلسِ قانون ساز کا جو نقشہ ہوگا اسے چشمِ تصور کے سامنے لانے میں کوئی دشواری نہیں ہونی چاہیئے۔ ممکن ہے یہ کہہ دیا جائے کہ چونکہ ان تمام حضرات نے جمہوری نظام کو تسلیم کر رکھا ہے، اس لئے جو قوانین اکثریت مرتب کرے گی، انہیں سب کو تسلیم کرنا پڑے گا۔ یہ دلیل اس سے پہلے سامنے آ چکی ہے۔ جب مودودی صاحب نے کہا تھا کہ کتاب وسنت کی رو سے ایسا ضابطۂ قوانین مرتب نہیں ہوسکتا، تو اُن سے پوچھا گیا تھا کہ پھر مملکت میں اسلامی قوانین نافذ کرنے کی صورت کیا ہوگی؟۔ انہوں نے فرمایا تھا کہ چونکہ ملک کی اکثریت حنفی فقہ کی پیرو ہے اس لئے اس فقہ کو مملکت کا قانون بنا دیا جائے گا۔ اس پر ان فرقوں نے، جو عددی اعتبار سے اقلیت میں ہیں، طوفان برپا کر دیا تھا۔ اُس وقت یہ ''طوفان'' نظری تھا کیونکہ قانون سازی کے سوال نے ہنوز عملی شکل اختیار نہیں کی تھی۔ لیکن جب یہ سوال عملی شکل اختیار کرے گا تو اُس وقت یہ ''طوفان'' بھی عملی شکل اختیار کر لے گا۔ اس کا نتیجہ کیا ہوگا؟۔ یہ ہم سے نہیں، تاریخ سے پوچھئے۔۔۔ اتنی سی بات تو بدیہی ہے کہ اس سے مملکت میں کوئی حکومت مستحکم طور پر قائم نہیں ہو سکے گی اور خود مملکت کی بنیادیں متزلزل ہو جائیں گی، اور سیکولر نظام کی حامی جماعتوں کو یہ کہنے کا موقع مل جائے گا کہ مذہب کی بنیادوں پر کوئی نظامِ حکومت قائم نہیں کیا جا سکتا۔ اس وقت پاکستان میں اگر کوئی ایسا طبقہ ہے۔ (اور ہمیں یقین ہے کہ ایسا طبقہ موجود ہے)۔ جو دل میں اسلام کا درد رکھتا ہے۔ جو پاکستان میں صحیح اسلامی نظام دیکھنے کا متمنی ہے۔ جو جذبات سے بالاتر ہو کر، علم وبصیرت کی رو سے، ٹھنڈے دل سے معاملات پر

غور و فکر کرنے کا اہل ہے، تو ہم اس طبقہ سے اپیل کریں گے کہ وہ سر جوڑ کر بیٹھیں اور سوچیں کہ وہ مملکت کو اس انجام سے بچانے، اور اسلام کو اس قسم کے تاثر سے محفوظ رکھنے کے لئے کیا کر سکتے ہیں؟۔بات بالکل واضح ہے۔ہمارے ہاں، احادیث کے مجموعے بھی ہر فرقے کے الگ الگ ہیں۔سنّت کی تعریف (Definition) تک ہر فرقہ کی جدا گانہ ہے۔فقہ کے ضوابط بھی ہر فرقہ کے اپنے اپنے ہیں۔لیکن اس کے باوجود، ایک چیز ایسی ہے جو ان تمام فرقوں کے نزدیک متفق علیہ ہے۔اور وہ ہے خدا کی کتاب۔۔۔قرآن مجید۔۔۔اس سے کوئی فرقہ بھی انکار نہیں کر سکتا۔

عدلیہ کا کردار:۔اگر ہمارے آئین میں قوانین کے اسلامی اور غیر اسلامی ہونے کا معیار، سند اور حجت، قرآن مجید کو قرار دے دیا جائے، اور کسی ایسی اتھارٹی کا تعین کر دیا جائے جو اختلافی امور میں فیصلہ دے کہ وہ معاملہ قرآن مجید کے مطابق ہے، یا نہیں۔ تو یہ مملکت قائم بھی رہ سکتی ہے اور اسلامی بھی بن سکتی ہے۔

(۱):۔خدا کی کتاب کے اسلامی اور غیر اسلامی ہونے کا معیار اس لئے کہ خود خدا نے فرما دیا ہے کہ:۔ **وَمَنْ لَّمْ يَحْكُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْكٰفِرُوْنَ** (۵/۴۴)۔''جو کتاب اللہ کے مطابق فیصلے نہیں کرتے، اُنہیں کو کافر کہا جاتا ہے۔'' (۲):۔خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہی حکم دیا گیا تھا:۔ **فَاحْكُمْ بَيْنَهُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ** (۵/۴۸)۔''ان میں کتاب اللہ کے مطابق فیصلے کیا کرو۔'' لہٰذا، جو نظام حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے قائم فرمایا تھا، اس میں فیصلے کتاب اللہ کے مطابق ہوتے تھے۔یہی ''نظامِ مصطفیٰ'' تھا۔(۳):۔حضور صلی اللہ علیہ وسلم خود اسی کا اتباع کرتے تھے:۔ اِنْ اَتَّبِعُ اِلَّا مَا يُوْحٰٓى اِلَيَّ (۴۶/۱۰)۔''میں صرف اس کا اتباع کرتا ہوں جو میری طرف وحی کیا گیا ہے۔یعنی قرآن مجید۔'' لہٰذا، قرآن مجید کا اتباع، سنّتِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔

(۴):۔اختلافات کا فیصلہ کتاب اللہ کی رو سے کیا جائے گا۔ **وَمَا اخْتَلَفْتُمْ فِيْهِ مِنْ شَيْءٍ فَحُكْمُهٗٓ اِلَى اللّٰهِ** (۴۲/۱۰)۔''جس معاملہ میں تمہیں اختلاف ہو جائے، اس کا فیصلہ خدا کے ہاں سے لیا کرو۔''۔اگر مجلس قانون ساز کوئی قانون وضع کرے، یا انتظامیہ کوئی حکم دے، اور اس بات میں اختلاف ہو جائے کہ وہ قانون یا حکم، قرآن کریم کے مطابق ہے یا نہیں، تو ملک میں ایسی بلند و بالا اتھارٹی ہونی چاہیئے جو اس امر کا فیصلہ کرے۔اور وہ عدالتِ عالیہ ہی ہو سکتی ہے۔''

طلوعِ اسلام دسمبر ۱۹۷۶ء۔ص۔ ۶۴:۔''یہ صحیح ہے کہ ہر فرقہ کی فقہ الگ الگ، احادیث کے مجموعے الگ الگ اور سنت کا تصور الگ الگ ہے۔لیکن اس کے باوجود اسلام میں ایک ایسی چیز موجود ہے جو تمام فرقوں کے نزدیک متفق علیہ ہے۔اور وہ ہے، خدا کی کتاب۔۔قرآن مجید۔۔اسلامی مملکت کے لئے قانون سازی کا اصول یہ ہونا چاہیئے کہ قرآن مجید کے اصول و قوانین اور حدود کو غیر متبدل رکھا جائے۔ہماری فقہ اور احادیث میں جو کچھ قانون کی حیثیت سے آیا ہے، قرآن کی روشنی میں اس کا جائزہ لیا جائے۔جو اس کے خلاف نہ ہوں اور ہمارے زمانے کے تقاضوں کو پورا کر سکیں، انہیں اختیار کر لیا جائے۔باقی امور کے لئے، قرآنی حدود کے اندر رہتے ہوئے، اسلامی مملکت خود قوانین وضع کرلے۔قرآن کی حدود ہمیشہ کے لئے غیر متبدل رہیں گی اور اس کی روشنی میں مرتب کردہ

قوانین زمانے کے تقاضوں کے مطابق بدلے جاسکیں گے۔ ثبات اور تغیر کے اس امتزاج سے، اسلام، قیامت تک نظامِ مملکت بن سکنے کے قابل رہے گا۔"

طلوعِ اسلام جنوری ۱۹۷۰ء۔ ص۔ ۲۷:۔ "کتاب سے مراد ہے قرآن کریم۔ اور قرآن کریم ایک ایسی کتاب ہے جس کا ایک ایک حرف تمام مسلمانوں کے نزدیک متفق علیہ ہے۔ اس لئے اگر کوئی قانون قرآن کریم کے مطابق ہو تو وہ تمام مسلمانوں کے لئے واجب التسلیم ہوگا اور متفقہ طور پر اسلامی کہلائے گا۔"

قرآن کے خلاف اعتراض:۔ (ایضاً)۔ ص۔ ۲۹:۔ "جب ان سے کہا جاتا ہے کہ سنت اور احادیث کے معاملہ میں آپ حضرات میں اس قدر اختلافات ہیں، تو آپ قرآن کو قانون کی اساس کیوں نہیں تسلیم کر لیتے، جو سب کے نزدیک متفق علیہ ہے، تو ان کی طرف سے جواب یہ ملتا ہے کہ قرآن کا متن بے شک متفق علیہ ہے، لیکن اس کی تعبیرات میں اختلاف ہے، اس لئے عملاً وہ بھی متفق علیہ نہیں۔ ان کے اس جواب کی رو سے، سوچئے کہ بات کیا ہوئی۔ یہ کہ:۔ (۱)۔ سنت کا کوئی مجموعہ ہی موجود نہیں۔ (۲)۔ اور احادیث کا کوئی مجموعہ ایسا نہیں جو ان سب کے نزدیک متفق علیہ ہو۔ (۳)۔ قرآن کا متن متفق علیہ ہے لیکن اس کی تعبیرات میں اختلاف ہے۔ تو آپ بتائیے کہ (ان حضرات کے اس موقف کے مطابق) پاکستان میں کوئی ایسا ضابطۂ قوانین مرتب ہوسکتا ہے جو متفقہ طور پر اسلامی کہلا سکے؟۔ یہ حضرات اس حقیقت سے بخوبی واقف ہیں کہ اس طرح کوئی ایسا ضابطۂ قوانین مرتب نہیں ہوسکتا جسے تمام فرقے اسلامی تسلیم کر لیں اور یہ اس پوزیشن کو دانستہ قائم رکھنا چاہتے ہیں۔ دوسری طرف، ہمارے ہاں آئین کے مرتب کرنے والوں سے بھی یہ حقیقت پوشیدہ نہیں تھی لیکن وہ بھی اسی میں مصلحت سمجھتے رہے کہ اس پوزیشن کو علیٰ حالہٖ رکھا جائے:۔

دونوں کے دل میں چور ہے، بیٹھے ہیں سامنے
وہ دل لئے ہوئے ، وہ تمنا لئے ہوئے

اس غیر متعین، مبہم اور ناممکن العمل کیفیت کا نتیجہ یہ ہے کہ ملک فسادات کی مستقل آماجگاہ بن رہا ہے۔ کوئی معاملہ سامنے آئے، ایک گروہ پکار اٹھتا ہے کہ یہ غیر اسلامی ہے اور دوسرا کہتا ہے کہ نہیں یہ عین اسلام کے مطابق ہے۔ دونوں گروہ اپنے اپنے متبعین کو "خدا اور رسول" کے نام پر "جہاد" کے لئے اکساتے ہیں اور بات، گالی گلوچ سے شروع ہو کر قتل و غارت گری تک پہنچ جاتی ہے۔ یہ ہے ملک میں تشتت وافتراق، خلفشار وانتشار، فسادات وتصادمات، نفسانفسی اور افراتفری، شورش انگیزی اور خوں ریزی کی حالت۔"

قرآنی فقہ:۔ طلوعِ اسلام انسانوں کے وضع کردہ قوانین کو، خواہ وہ قرآنی حدود کے اندر رہ کر ہی کیوں نہ مرتب کئے گئے ہوں، ناقابلِ تغیر وتبدل نہیں سمجھتا (قیامت تک قابلِ عمل رہنے والے دین کی خاصیت ہونا بھی یہی چاہیئے)۔ موجودہ زمانے کے تقاضوں کو مدِنظر رکھتے ہوئے، طلوعِ اسلام نے نئی فقہ کے لئے ایک تجویز پیش کی تھی، جو مؤلف کو یاد تو ہے لیکن ابھی تک طلوعِ اسلام کے کسی سابقہ شمارے میں تلاش نہیں کی جاسکی۔ بہرحال وہ یہاں پیش کی جاتی ہے۔ ہمارے ملکی آئین (۱۹۷۳ء) کے آرٹیکل نمبر

۲۲۷ کے مطابق ''پاکستان میں کوئی قانون قرآن وسنت کے خلاف نہیں بنایا جائے گا''۔ طلوع اسلام کی تجویز یہ ہے کہ اگر پاکستان میں اسلامی نظام نافذ کرنا ہے تو آئین میں یہ ترمیم بھی کرنا چاہیئے کہ ''کوئی عدالت قرآن کریم کے خلاف کوئی فیصلہ نہیں کرے گی۔'' (یہ ترمیم قرآن کریم کی آیت نمبر ۵/۴۴ کے عین مطابق ہوگی۔ اس آیت میں کہا گیا ہے کہ جو لوگ قرآن کریم یعنی ماانزل اللہ کے مطابق فیصلے نہیں کرتے وہی لوگ کافر ہیں) اس طرح عدالتوں کے فیصلوں (نظائر۔Authorities or case laws) کے ذریعے ایک نئی فقہ (جسے قرآنی فقہ کہا جاسکے گا) مرتب ہوجائے گی۔ (لیکن وہ فقہ بھی آنے والے زمانے کے حالات اور تقاضوں کے پیش نظر قابل تغیر وتبدل ہوگی)۔ اس طرح اسلام خودبخود نافذ ہوتا جائے گا۔ کیونکہ عمل عدالتی فیصلوں ہی پر ہوا کرتا ہے۔ مئولف کی نظر میں، اگر قرآن کے ساتھ ''سنت'' کو بھی شامل کرلیا جائے، اور ''سنت'' اسے قرار دیا جائے جو قرآن کے خلاف نہ ہو (کیونکہ یہ تصور بھی نہیں کیا جاسکتا، بلکہ یہ تصور کرنا بھی گناہ ہے کہ حضور ﷺ نے قرآن کے خلاف کوئی عمل کیا ہوگا) تو بھی نفاذِ اسلام کا مقصد اس طرح حاصل کیا جاسکتا ہے۔ جس دین نے قیامت تک انسان کی راہنمائی کرنی ہے، وہ اسی طرح (علامہ اقبال کے الفاظ میں) ثبات (قرآنی اقدار) اور تغیر (فقہ۔ زمانے کے حالات اور تقاضوں کے مطابق قانون سازی) کے حسین امتزاج کے ساتھ چلے گا۔ قرآن کریم کی مستقل اقدار میں کوئی تبدیلی نہیں ہوگی مگر قرآن کی مستقل اقدار کی حدود کے اندر رہتے ہوئے، جزئیات
تبدیل ہوتی رہیں گی۔ (یہ تجویز صرف نفاذِ اسلام کے لئے ہے۔ عدالتی نظائر کو بھی قانون کی حیثیت حاصل ہوتی ہے۔ البتہ، یہ حقیقت اپنی جگہ پر قائم ہے کہ بہرحال قانون سازی کسی فردِ واحد، گروہ، جماعت، فرقہ یا مذہبی پیشوائیت کا کام نہیں، یہ کام اسلامی حکومت کا ہے۔

عدلیہ کا قرآنی فریضہ:۔ بلاشبہ یہ بھی ضروری ہے کہ ہمارے آئین میں یہ ترمیم کردی جائے کہ کوئی عدالت قرآن کریم کے خلاف کوئی فیصلہ نہیں دے گی لیکن یہ بھی تو عدلیہ کا قرآنی فریضہ ہے جس کے لئے کسی قانون سازی یا کسی آئینی ترمیم کی ضرورت نہیں کہ ''کوئی عدالت قرآن کریم کے خلاف کوئی فیصلہ نہ دے۔'' کیونکہ قرآن کا فیصلہ واضح ہے کہ ''جو لوگ ماانزل اللہ (قرآن کریم) کے مطابق فیصلے نہیں کرتے وہی لوگ کافر ہیں'' (۵/۴۴)۔ ہماری عدلیہ کے لئے کفر سے اجتناب کرنا ضروری ہے۔ اور وہ ایسا کچھ ازخود (suo motu) بڑی آزادی اور جراءت سے کرسکتی ہے۔ چونکہ عدلیہ کا یہ عمل قرآن کریم کے خلاف نہیں ہوگا لہٰذا، ایسا کچھ آئین وقانونِ پاکستان کے خلاف بھی قرار نہیں پائے گا۔ البتہ ایسا نہ کرنے کی صورت میں عدلیہ آیت نمبر ۵/۴۴ کی زد میں آجائے گی۔ موءلف)۔

طلوع اسلام ستمبر ۱۹۷۹ء۔ صفحہ نمبر ۶۴:۔ آئین پاکستان ۱۹۷۳ء کے آرٹیکل نمبر ۲۲۷ کے مطابق:۔ ''کسی قانون کے اسلامی ہونے کے لئے ضروری ہے کہ وہ قرآن وسنت کے مطابق ہو۔ ان ہر دو شرائط میں، اوّلیت قرآن کو حاصل ہے اس لئے اگر کسی قانون کے متعلق ثابت ہوجائے کہ وہ قرآن مجید کے خلاف ہے تو وہ کالعدم قرار پا جائے گا۔ اس کے لئے یہ سوال ہی پیدا نہیں ہوگا کہ

وہ سنت کے مطابق ہے یا نہیں۔ جو قانون قرآن مجید کے خلاف ہو وہ خلافِ اسلام، فلہٰذا کالعدم قرار پا جائے گا۔ اس اصولی فیصلہ کا اطلاق مملکت کے جملہ قوانین پر یکساں ہوگا جس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ:۔(۱)۔ مروجہ قوانین میں سے جو قانون قرآن مجید کے خلاف ہوگا وہ خلافِ اسلام، فلہٰذا کالعدم قرار پا جائے گا۔۔اور۔۔(۲)۔ آئندہ کوئی ایسا قانون نافذ نہیں کیا جا سکے گا جو قرآن مجید کے خلاف ہو۔ اس سے آپ اندازہ لگا لیجئے کہ کسی قانون کے اسلامی یا غیر اسلامی قرار پانے کے لئے کس قدر محکم بنیاد میسّر آ جائے گی اور اس سے کس قدر اختلافات مٹ جائیں گے۔''

قرآنی فقہ قابلِ تسلیم نہیں:۔ طلوع اسلام جنوری ۱۹۸۲ء۔ ص۔ ۲۳:۔(دورِ ضیاء الحق میں)''زکواۃ کے متعلق جو کہا گیا کہ ہر فرقہ اپنی اپنی فقہ کے مطابق ادا کر سکتا ہے، تو اس سے ایک عجیب لیکن نہایت عبرت آموز حقیقت سامنے آئی۔ بعض لوگوں نے کہا کہ وہ فقہ قرآنی کے پابند ہیں اس لئے وہ اس کے مطابق عمل کریں گے۔ انہیں جواب ملا کہ قرآنی فقہ، مسلّمہ فقہ نہیں۔ اس لئے آپ اس کے مطابق عمل نہیں کر سکتے۔ یا تو آپ حنفی، شافعی، مالکی، حنبلی فقہوں میں سے کسی فقہ پر عمل کریں، اور یا پھر قانونِ مملکت کے مطابق زکواۃ ادا کریں۔ یعنی انسانوں کی وضع کردہ فقہیں تو مسلّمہ ہیں لیکن اللہ تعالیٰ کی متعین فرمودہ فقہ قابلِ تسلیم نہیں!۔ یا للعجب! یہود و نصاریٰ تو خدا کے ساتھ اپنے علماء و مشائخ کو خدا بناتے تھے یہاں کہا جاتا ہے کہ تم صرف فقہاء کو خدا بنا سکتے ہو، خدا کو نہیں۔ (میں اس سوال پر مرکزی نظامتِ زکواۃ سے خط و کتابت کر رہا ہوں۔ مؤلف)۔''

طلوعِ اسلام بابت مارچ ۱۹۸۲ء (صفحہ نمبر ۳۸۔۲۷) میں وہ خط و کتابت درج ہے جس میں قرآنی فقہ کے بارے میں حکومتِ پاکستان کے اربابِ اختیار کے ساتھ بحث کی گئی تھی۔ جناب پرویز صاحب نے مورخہ ۲۷۔ جون ۱۹۸۱ء کو سیکرٹری وفاقی وزارت، قانون کو لکھا کہ:۔''دستور پاکستان ۱۹۷۳ء کے دو اہم نکات کی وضاحت کے لئے باعثِ زحمت ہو رہا ہوں۔ امید ہے آپ اسے گوارا فرمائیں گے۔(۱)۔ دستورِ پاکستان کی شق (آرٹیکل)(۱)۲۲۷ میں کہا گیا ہے:۔ تمام موجودہ قوانین کو ان اسلامی احکام کے مطابق وضع کیا جائے گا، جو قرآن و سنت میں مذکور ہیں، اور کوئی ایسا قانون وضع نہیں کیا جائے گا جو ان احکام کے خلاف ہو۔ اس سے مترشح ہوتا ہے کہ کسی قانون کے اسلامی ہونے کی شرط یہ ہے کہ وہ قرآن و سنت کے مطابق ہو۔ سوال یہ ہے کہ اگر ایک قانون، قرآن کے خلاف لیکن سنت کے مطابق ہو، تو اس کی پوزیشن کیا ہوگی؟۔ اسے خلافِ اسلام قرار دیا جائے گا یا مطابقِ اسلام؟۔ اس کے برعکس، اگر کوئی قانون، قرآن کے مطابق ہو اور سنت کے خلاف، تو اس کی پوزیشن کیا ہوگی؟۔(۲)۔ صدارتی حکم: ۱۹۸۰/ ۱۴۔ مجریہ ۱۸۔ ستمبر ۱۹۸۰ء کی رو سے، مندرجہ بالا آرٹیکل کی ترمیم ان الفاظ میں کی گئی ہے:۔ وضاحت:۔ جب ان قوانین کا اطلاق مسلمانوں کے کسی فرقہ کے پرسنل لاز (شخصی قوانین) پر ہوگا، تو قرآن و سنت سے مراد اس فرقہ کی تعبیر ہوگی۔'' اس سے آگے پرویز صاحب نے مزید لکھا کہ:۔۔۔۔۔''قرآن کریم فرقہ بندی کو شرک قرار دیتا ہے۔ ارشادِ خداوندی ہے:۔۔۔۔۔

وَلَا تَكُونُوا مِنَ الْمُشْرِكِينَ ﴿٣١﴾ مِنَ الَّذِينَ فَرَّقُوا دِينَهُمْ وَكَانُوا شِيَعًا ۖ كُلُّ حِزْبٍ بِمَا لَدَيْهِمْ

فَرِحُوْنَ (۳۲۔۳۱/۳۰)۔ ''مسلمانو! دیکھنا۔تم (اسلام لانے کے بعد پھر سے) مشرکین میں سے نہ ہوجانا۔یعنی ان لوگوں میں سے نہ ہو جانا، جنہوں نے اپنے دین میں تفرقہ پیدا کرلیا اور خود ایک فرقہ بن کر بیٹھ گئے۔اس فرقہ بندی کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ ہر فرقہ اپنے اپنے عقائد اور مسلک میں مگن رہتا ہے (کہ وہ حق پر ہے)۔'' حضور نبی اکرم ﷺ سے ارشاد ہوا:۔ اِنَّ الَّذِيْنَ فَرَّقُوْا دِيْنَهُمْ وَكَانُوْا شِيَعًا لَّسْتَ مِنْهُمْ فِيْ شَيْءٍ ؕ ۔۔۔(۶/۱۶۰)۔ ''جن لوگوں نے دین میں تفرقہ پیدا کرلیا اور اپنا ایک الگ فرقہ بنالیا۔اے رسول ﷺ! تیرا ان سے کوئی واسطہ نہیں۔'' اور جماعتِ مومنین سے تاکیداً کہا کہ:۔ وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيْعًا وَّلَا تَفَرَّقُوْا ۔۔۔(۳/۱۰۳)۔۔ (۳/۱۰۳)۔ ''تم سب یکجا ہو کر کتاب اللہ کو مضبوطی سے تھامے رہو، اور تفرقہ مت پیدا کرو۔۔'' ۔۔اگر ایک مسلمان، ان (اور ان جیسے دیگر کئی) ارشاداتِ خداندی کی رو سے، شرک سے مجتنب رہتا ہے اور کسی فرقہ (اور اس کی فقہ) سے وابستہ نہیں ہوتا اور اپنے آپ کو صرف مسلمان کہتا ہے اور اس ارشادِ خداوندی کی رو سے کہ:۔ وَمَنْ لَّمْ يَحْكُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْكٰفِرُوْنَ (۵/۴۴)۔۔''اور جو کوئی خدا کی کتاب کے مطابق فیصلہ نہیں کرتا، تو انہی لوگوں کو کافر کہا جاتا ہے۔'' قرآنی احکام کو اپنے لئے سند سمجھتا ہے، توشخصی قوانین کے سلسلہ میں اس کی پوزیشن کیا ہوگی؟۔وہ ''قرآن وسنت'' کی جو تعبیر قرآن کی رو سے کرے گا، کیا اسے اسلامی تسلیم کرلیا جائے گا؟''۔۔بار بار کے اصرار اور تحریری یاددہانیوں کے باوجود حکومت کی طرف سے جناب پرویز صاحب کو کوئی جواب نہ دیا گیا۔جس کے بعد انہوں نے لکھا کہ:۔''اب اس کے سوا چارہ نہیں کہ شخصی قوانین کے متعلق فیصلہ کے لئے آپ کو کسی نہ کسی فرقہ سے منسلک ہونا پڑے گا (خواہ اسے آپ شرک ہی کیوں نہ سمجھیں)۔اگر آپ قرآن کے مطابق کوئی قدم اٹھائیں گے، تو وہ قانوناً واجب التسلیم نہیں ہوگا۔۔۔خلافِ قانون قرار دیا جائے گا۔فرقہ وارانہ فقہ کا فیصلہ واجب التسلیم۔۔۔۔۔۔۔قرآن کے مطابق فیصلہ ناقابلِ تسلیم۔

اب بات سمجھ میں آئی کہ قرآن نے مسلمانوں سے بھی ایمان لانے کا مطالبہ کیوں کیا تھا۔۔جب کہا تھا کہ:۔ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَالْكِتٰبِ الَّذِيْ نَزَّلَ عَلٰى رَسُوْلِهٖ ۔۔۔(۴/۱۳۶)۔''اے مسلمانو! تم ایمان لاؤ اللہ پر۔اس کے رسول پر۔اور اس کتاب پر جسے خدا نے اپنے رسول پر نازل کیا تھا۔'' ۔اگر ان (حکومت یعنی وزارتِ قانون اور مذہبی امور) کی طرف سے کوئی جواب موصول ہوتا تو ان سے مزید دریافت کیا جاتا کہ:۔(۱)۔یہ جو اسلامی قوانین کو ''شخصی وملکی'' میں تقسیم کیا گیا ہے تو اس کی سند (اتھارٹی) کیا ہے؟۔اس قسم کی تقسیم نہ تو قرآن کریم میں ہے، اور نہ ہی عہدِ رسالتمآب ﷺ میں اس کا کوئی نشان ملتا ہے۔گویا یہ تقسیم قرآن سنت دونوں کے خلاف ہے۔اس کے باوجود اسے اس دستور میں شامل کردیا گیا ہے جس کے سرعنوان لکھا ہے کہ کوئی قانون کتاب وسنت کے خلاف وضع نہیں کیا جائے گا!۔(۲)۔یہ جو کہا گیا ہے کہ ''ہر فرقہ اپنی اپنی فقہ کے مطابق تعبیر کرے گا۔'' تو ان فرقوں کی کوئی فہرست مرتب کی گئی ہے، اور اس کے لئے سند کونسی ہے؟۔لیکن جن کی طرف سے کوئی جواب ہی نہ ملے ،ان سے سوال کیا کیا جائے؟۔اس سعی لاحاصل کے باوجود ہم نے اس خط وکتابت کو طلوع اسلام کے صفحات میں اس لئے محفوظ کردیا

ہے کہ (کم از کم) آنے والے مورخ کو اتنا تو معلوم ہو جائے کہ اس دور میں کہیں سے قرآن کی آواز بھی بلند ہوتی تھی۔"

فقہ کے اختلافات:۔ طلوعِ اسلام اگست ۱۹۸۱ء۔ صفحہ نمبر ۵۶:۔"قرآن مجید نے اپنے منجانب اللہ ہونے کی ایک دلیل یہ بھی دی تھی کہ اس میں کوئی اختلافی بات نہیں (۴/۸۲)۔اس کے برعکس، احادیث کی یہ حالت ہے کہ مختلف مجموعوں کے باہمی تضادات اور اختلافات تو ایک طرف، اس کے کسی ایک مجموعہ میں باہمد گر متضاد احادیث موجود ہوتی ہیں۔آپ غور فرمائیے کہ جب فقہی احکام کی بنیاد، احادیث کو قرار دیا جائے، اور احادیث میں اس قدر اختلاف ہو، تو فقہی احکام میں کس قدر اختلاف ہوگا؟۔ اُمت میں اس قدر فرقے اور ان میں باہمی سر پھٹول، سب اسی کا نتیجہ ہے۔"

فرقے:۔ ان فقہ جات کی بنیاد پر اس وقت مسلمانوں میں پانچ بڑے فرقے موجود ہیں ان سب میں وجہ ءنزاع واختلاف یہی غیر متبدل و جامد فقہ جات ہیں۔ان سب کے طور طریقے ایک دوسرے سے الگ الگ ہیں۔ان کی نمازیں اور مساجد الگ الگ ہیں۔ ہر فرقہ خود کو حق پر اور دوسروں کو باطل پر سمجھ کر خوش ہے۔کل حزب بمالدیھم فرحون۔ ہر فرقہ دوسروں کو دوزخی ثابت کرنے میں ایڑی چوٹی کا زور لگا رہا ہے۔تاریخ اٹھا کر دیکھئے! آج تک، اسی فرقہ بندی کی پیدا کردہ نفرتوں کی بناء پر کس قدر قتل و غارت ہو چکی ہے۔ان فقہ جات کو غیر متبدل، مکمل اور کافی سمجھ لینے کے عقیدے نے قرآن کریم کا حکم: لاتفرقوا۔ آنکھوں سے اوجھل کر دیا ہے۔اور اب قوم کو یاد ہی نہیں رہا کہ رسول کریم ﷺ کا ہم سے کوئی واسطہ ہی نہیں رہا (۶/۱۵۹)۔ پرویز صاحب سابقہ فقہ جات کے بارے میں اس قسم کے جامد، بوسیدہ اور اندھے عقائد کی سختی سے تردید کرتے ہیں۔ان کے مطابق قرآن انسانوں پر اجتہاد کے دروازے کبھی بند نہیں کرتا، بلکہ پیش آنے والے مسائل کے حل کے لئے فکر و تدبر اور تفقہ کو ہمیشہ جاری رکھنے کی ہدایت دیتا ہے۔مؤلف)۔

مذہبی فرقوں کی فہرست:۔ طلوعِ اسلام۔مئی ۱۹۸۱ء۔صفحہ نمبر ۲۳:۔"(۱)۔آئین پاکستان کی رو سے:۔مملکت میں کوئی ایسا قانون نافذ نہیں ہو سکتا جو قرآن و سنت کے خلاف ہو۔(۲)۔وفاقی شرعی عدالت کا فریضہ ہے کہ:۔جو قانون قرآن و سنت کے خلاف ہو اسے کالعدم قرار دے دے۔(۳)۔سوال غور طلب یہ ہے کہ اگر کسی قانون کے متعلق ثابت ہو جائے کہ وہ قرآن کے خلاف ہے تو کیا اس کے بعد یہ دیکھنے کی ضرورت باقی رہے گی کہ وہ سنت کے بھی خلاف ہے یا نہیں؟۔ ہمارے نزدیک تو اس کی ضرورت نہیں رہے گی۔اس کا خلافِ قرآن ہونا اس کے خلافِ اسلام ہونے کا ثبوت ہوگا۔(۴)۔اگر کوئی قانون، قرآن کے خلاف ہو اور سنت کے مطابق ہو، تو اس کی پوزیشن کیا ہوگی؟۔کیا وہ اسلام کے مطابق تصور کیا جائے گا یا اس کے خلاف؟۔"

ایک سوال اور:۔ "آئین پاکستان کی (حالیہ) ترمیم کی رو سے، ہر فرقہ اس کا مجاز ہے کہ پرسنل لاز کی تعبیر اپنی اپنی فقہ کے مطابق کر لے۔کیا مذہبی فرقوں کی ایسی فہرست دی گئی ہے جسے اس مقصد کے لئے قانون تسلیم کرتا ہو!۔اگر نہیں، تو پھر یہ کیسے طے ہوگا کہ یہ فرقہ کون سا ہے اور اس کی فقہ کون سی ہے؟۔"

(جاری ہے)

خواجہ ازہر عباس، فاضل درسِ نظامی
azureabbas@hotmail.com
www.azharabbas.com

قرآن کریم روح انسانی کی بجائے نفس انسانی کا تصور پیش کرتا ہے

دنیا میں ہمیشہ سے دو نظریۂ حیات چلے آرہے ہیں اور شروع سے آج تک ان دونوں نظریۂ حیات میں باہمی کشمکش چلی آرہی ہے۔ ایک نظریۂ حیات کو مادی، میکانکی نظریۂ حیات کہا جاتا ہے جس کا مخلّص یہ ہے کہ انسان کی زندگی صرف طبعی زندگی ہے اور انسان سے مفہوم صرف اس کا جسم ہے۔ انسان کے جسم کی یہ مشین کائنات کے طبعی قوانین کے مطابق روبہ عمل ہے۔ جب انسان کی یہ مشین یعنی اس کا جسم بوسیدہ وخستہ ہوجاتا ہے اور یہ کام کرنے کے قابل نہیں رہتا تو انسان کی زندگی ختم ہوجاتی ہے اور وہ مرجاتا ہے۔ اس کے اجزاء منتشر ہوجاتے ہیں اور اس کا قصہ ختم ہوجاتا ہے۔ اللہ اللہ خیر سلا، چکبست لکھنوی کا ایک ہی شعر اس مفہوم کو ادا کردیتا ہے جو اس سلسلہ میں بہت مشہور ہے۔

زندگی کیا ہے عناصر میں ظہورِ ترتیب
موت کیا ہے انہیں اجزاء کا پریشاں ہونا

وَقَالُوْا مَا هِيَ اِلَّا حَيَاتُنَا الدُّنْيَا نَمُوْتُ وَنَحْيَا وَمَا يُهْلِكُنَآ اِلَّا الدَّهْرُ ۚ وَمَا لَهُمْ بِذٰلِكَ مِنْ عِلْمٍ ۚ اِنْ هُمْ اِلَّا يَظُنُّوْنَ (45/24) ترجمہ: یہ لوگ کہتے ہیں کہ زندگی بس اسی دنیا کی زندگی ہے۔ اسی میں پیدا ہوتے ہیں اور مرجاتے ہیں اور گردش زمانہ سے ہماری موت واقع ہوتی ہے ان لوگوں کا یہ خیال علم پر مبنی نہیں ہے یہ صرف ظن وشبہ پر قائم ہے۔

اس کے برعکس قرآن کریم ایک دوسرا نظریۂ حیات پیش کرتا ہے اور اس نظریہ کے تمام انبیاء کرام داعی رہے ہیں۔ اس کے مطابق انسان صرف مادی جسم کا نام نہیں ہے جو کائنات کے طبعی قوانین کے ماتحت روبہ عمل رہ کر گردش زمانہ کی وجہ سے موت کے بعد ختم ہوجاتا ہے۔ قرآن کریم کا دعویٰ ہے کہ انسان صرف جسم کا نام نہیں ہے بلکہ انسان جسم اور نفس (ذات) دو چیزوں پر مشتمل ہوتا ہے اور نفسِ انسانی ایک مرتبہ زندگی حاصل کرنے کے بعد مرتا نہیں ہے۔ علامہ اقبال نے فرمایا تھا ؎

یہ نکتہ سیکھا میں نے بوالحسن سے
کہ جاں مرتی نہیں مرگِ بدن سے

قرآن کریم نے فرمایا وَبَدَاَ خَلْقَ الْاِنْسَانِ مِنْ طِيْنٍ ۝ ثُمَّ جَعَلَ نَسْلَهٗ مِنْ سُلٰلَةٍ مِّنْ مَّآءٍ مَّهِيْنٍ (32/7-8) ترجمہ: انسان کی تخلیق کی ابتداء مٹی سے ہوئی۔ پھر وہ اُسے مختلف تخلیقی مدارج طے کراتے ہوئے اس مقام تک لے آیا، جہاں اس کی نسل کے سلسلہ حقیر سے پانی (نطفہ) کے خلاصہ سے ٹھہرایا، اس حیوانی درجہ کے بعد ثُمَّ سَوّٰىهُ (32/9) اس میں ہر طرح کا اعتدال پیدا کیا اور اس کے بعد نفخ فیہ من روحہ اللہ نے اس میں اپنی طرف سے ایک توانائی پھونک دی۔ یہ بات ہمیشہ پیش نظر رکھنی چاہئے کہ قرآن کریم نے کسی جگہ بھی "روح انسانی" کا حوالہ نہیں دیا ہے، صرف روح خداوندی کا ہی تذکرہ کیا ہے۔ جب یہ روح خداوندی (توانائی) انسان کو عنایت کردی جاتی ہے تو قرآن کریم اس کو "نفس" کی اصطلاح سے موسوم کرتا ہے۔ لہٰذا انسان جسم اور نفس دو چیزوں پر مشتمل ہوتا ہے۔

ہمارے علماء کرام اور صوفیائے عظام قرآن کریم کے اس نکتہ کو Detect کرنے میں سخت ناکام رہے اور انہوں نے انسان کو جسم اور روح پر مشتمل قرار دے دیا اور روح کی ترقی اور اس کی نگہداشت کو انسانی زندگی کا مقصد قرار دیا۔ چونکہ قرآن کریم روح انسانی کا قائل ہی نہیں ہے اس لیے اس نے روح کی ترقی کے قوانین بھی قرآن میں درج نہیں کیے۔ ہمارے صوفیاء نے یہ قوانین خود وضع کیے اور انہوں نے روح کی ترقی کے لیے جو قوانین وضع کیے وہ حقیقت میں اس کی ترقی کے لیے نہیں ہیں بلکہ وہی "روح کشی" کے لئے ہیں اور ان قوانین کا مقصد یہ ہے کہ روح انسانی ذات خداوندی میں مدغم ہوجائے "روح کشی" کے لیے جو طریقہ اختیار کیا گیا وہ پرستش کا طریقہ ہے جس کے نتائج اس دنیا میں برآمد نہیں ہوتے۔ "روح کشی" کے نظریہ سے انسان میں دنیا سے تنفر پیدا ہوجاتا ہے اور دنیاوی چیزوں سے نفرت پیدا ہوجاتی ہے اور ساتھ ہی ساتھ دیتا Negative Attitude ہوجاتا ہے۔ دنیا کی یہ چیز حقیر معلوم ہونے لگتی ہے۔ انسان رہبانیت اختیار کرلیتا ہے۔ Perceptual Knowledge کی کوئی حقیقت ہی نہیں رہتی۔ تسخیر کائنات اور اس کی قوتوں سے فائدہ اٹھانا معیوب معلوم ہونے لگتا ہے۔ علم کی تضحیک کی جاتی ہے۔ مولانا روم نے فرمایا۔

پائے استدلالیاں چوبیں بود
پائے چوبین سخت بے تمکین بود
گر بہ استدلال کارے دیں بُدے
فخرِ رازی، راز دارِ دین بُدے

غرض اس قسم کی قوم غارت ہوجاتی ہے۔ آپ خود غور فرمائیں کہ جو قوم دنیا کے وجود کو ہی تسلیم نہیں کرتی اور دنیا کو "حلقۂ دامِ خیال" مانتی ہو۔ حصول علم سے کوسوں دور بھاگتی ہو، دنیاوی ہر چیز کو ترک کرتی ہو۔ ترکِ دنیا، ترکِ عقبیٰ، ترکِ مولا، ترکِ ترک،"

کی قائل ہو، وہ قوم دنیا میں کیسے ترقی کر سکتی ہے۔ یہی تو تصوف کی تعلیم ہے اور ہماری ساری قوم تصوف میں ڈوبی ہوئی ہے۔

قرآنِ کریم کی رو سے نہ روحانیت کی کوئی اصل ہے اور نے حاملین روحانیت کی۔ یہ بڑے بڑے مزارات، عتباتِ عالیات، یہ سالانہ عرس، یہ بڑے بڑے خانوادے، یہ وسیلہ کے عقیدہ، یہ سلاسل تصوف، یہ سب بے معنی چیزیں ہیں ان کا حقیقت سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ یہ چیزیں اگر کوئی حقیقت رکھتیں تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اس کے بلند ترین درجہ پر فائز ہوتے جبکہ قرآن کریم حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا بلند ترین مرتبہ مقام محمود (17/79) اور وَاِنَّكَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِيْمٍ (68/4) قرار دیا ہے

جہاں تک مقام محمود کا تعلق ہے تو قرآن نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے لیے اس مقام کا تذکرہ اس مقام کے لیے کیا ہے جب حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ایسا معاشرہ قائم فرمایا تھا کہ ہر شخص آپ کی حمد و تحسین کرنے پر مجبور ہو گیا تھا۔ یہ وہ مقام ہے کہ اس کا روحانیت سے کوئی تعلق نہیں ہے وَاِنَّكَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِيْمٍ (68/4) میں اللہ تعالیٰ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی سب سے بڑی صفت خلق عظیم قرار دے رہا ہے۔ روحانیت اگر کوئی چیز ہوتی تو اللہ تعالیٰ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو اس کے بہت بڑے مقام پر فائز قرار دیتا۔

قرآنِ کریم نے جسم اور نفس (ذات) کے مجموعہ کو انسان قرار دیا ہے۔ قرآن کریم کے مطابق انسان صرف جسم کا نام نہیں ہے بلکہ اس میں جسم کے ساتھ ساتھ ایک اور شے بھی ہے جسے اس کی ذات کہتے ہیں۔ جب میں، میرا ہاتھ، میرا پاؤں، میرا جسم کہتا ہوں، تو یہ چیز جو میرے جسم سے الگ ہے وہ میری ذات ہے۔ اور یہ ذات (نفس) وہ بنیاد ہے جس پر اسلامی معاشرہ کی اساس ہوتی ہے۔ اس ذات (نفس) کو نشوونما دینا ہی انسان کا فرض ہے۔ اس ذات کی نشوونما صرف ایک ایسے معاشرے میں ہوتی ہے جو مستقل اقدار پر قائم ہوتا ہے۔ ذات کی نشوونما دوسروں پر خرچ کرنے سے ہوتی ہے اَلَّذِيْ يُؤْتِيْ مَالَهٗ يَتَزَكّٰى (92/18) ترجمہ جو اپنا مال دوسروں پر صرف کرتا ہے اس کا تزکیہ نفس ہوتا ہے۔ قرآن کریم کے مطابق دوسروں کی پرورش سے اپنی پرورش ہوتی ہے وَمَنْ تَزَكّٰى فَاِنَّمَا يَتَزَكّٰى لِنَفْسِهٖ ؕ (35/18) جو دوسروں کا تزکیہ کرتا ہے، اس سے اس کا اپنا تزکیہ ہوتا ہے۔ صفاتِ خداوندی کو اپنے میں اجاگر کرنے، اور ان کو اپنے میں منعکس کرنے سے انسان کی ساری صلاحتیں بیدار ہو جاتی ہے۔ انسانی ذات اس درجہ استحکام حاصل کرتی ہے کہ وہ موت کے باوجود زندہ رہتی ہے اور زندگی کی اگلی منازل حاصل کرنے کے قابل ہو جاتی ہے۔

اصل حقیقت یہ ہے کہ روحانیت صرف ایک نام ہی نام ہے، اس کا حقیقت سے کوئی سروکار نہیں ہے۔ اَسْمَآءٌ سَمَّيْتُمُوْهَآ اَنْتُمْ وَاٰبَآؤُكُمْ مَّآ اَنْزَلَ اللّٰهُ بِهَا مِنْ سُلْطٰنٍ ؕ (53/23) ترجمہ: یہ تو بس صرف نام ہی نام ہیں جو تم نے اور تمہارے باپ داداؤں نے گھڑے ہیں، خدا نے تو اس کی کوئی سند نازل نہیں کی۔ اس کی اصل و حقیقت کچھ بھی نہیں ہے۔

لغات القرآن

غلام احمد پرویز

خ ل ف

خَلْفُ ۔ کے معنی ہیں پیچھے۔ نیز یہ بعد کے لیے بھی بولا جاتا ہے۔ مثلاً خَلْفَكَ ۔ تیرے بعد۔ اَلْخَلْفُ ۔ ایک قرن کے بعد دوسرا قرن (ایک نسل کے بعد دوسری نسل) نیز ان انسانوں کو کہتے ہیں جو پہلے لوگوں کے جانشین ہوں اور ان سے زیادہ ہوں۔ الخَلَفُ باپ کے بعد اس کی جانشین ہونے والی نیک اولاد۔ اگر اولاد بداطوار ہو تو وہ خَلْفٌ کہلائے گی۔ لیکن بعض کا خیال ہے کہ یہ دونوں لفظ ایک دوسرے کی جگہ بول دیئے جاتے ہیں۔ ابن برّی کا کہنا ہے کہ الخَلَفُ آدمی کے بعد اس کے پسماندہ جانشینوں کے لیے، نیز بدل وعوض کے معنوں میں آتا ہے اور الخَلْفُ اس کے لیے جو پہلے کے بعد آئے، جیسے قرن کے بعد قرن۔ یا لوگوں کے جانشین خواہ وہ لوگ مر چکے ہوں یا زندہ ہوں۔ ہلاک ہوجانے والوں کے بعد باقی رہ جانے والے۔ ابن اثیر نے کہا ہے کہ خَلْفٌ ہو یا خَلَفٌ، دونوں کے معنی ایک ہی ہیں۔ یعنی گزرے ہوؤں کے بعد آنے والے، البتہ فرق یہ ہے کہ خَلَفٌ خیر میں استعمال ہوتا ہے اور خَلْفٌ شر میں۔ ابن فارس نے کہا ہے کہ اس مادہ کے تین بنیادی معنی ہیں۔ (1) ایک چیز کا دوسری چیز کے بعد آنا اور اس کی جگہ لے لینا۔ (2) آگے کی ضد۔ یعنی پیچھے۔ اور (3) تغیر وتبدل۔ خِلْفَةٌ ان پتوں کو کہتے ہیں جو پت جھڑ کے بعد درخت پر نکلیں۔ ایک دوسرے کے بعد آنے اور اس کی جانشینی کرنے کے لیے بھی خِلْفَةٌ بولا جاتا ہے۔ قرآن مجید میں ہے۔ هُوَ الَّذِیْ جَعَلَ الَّیْلَ وَ النَّهَارَ خِلْفَةً [25:62]۔ ''اللہ وہ ہے جس نے رات اور دن کو اس طرح بنایا کہ ایک کے بعد دوسرا آتا ہے۔ اَلْخَالِفُ اس شخص کو کہتے ہیں جو کسی کے بعد اس کی جگہ پر بیٹھے یا جو پیچھے رہ جائے۔ ساتھ شریک نہ ہو [9:83] خَلَفَ اَبَاهُ کے معنی ہیں وہ اپنے باپ کا جانشین ہوا۔ اَلْخَلِیْفَةُ دوسرے کا جانشین، نیز وہ فرمانروا جو اپنے سے پہلے فرمانروا کا جانشین ہو۔ اس کی جمع خُلَفَاء اور خَلَائِفُ ہے جب حضرت موسیٰ علیہ السلام طور پر گئے ہیں تو انہوں نے اپنے بھائی ہارون علیہ السلام سے کہا اُخْلُفْنِیْ فِیْ قَوْمِیْ [7:142]۔ تم (میری غیبت میں) قوم میں میرے جانشین بنو۔ یعنی حضرت موسیٰ علیہ السلام کی عدم موجودگی میں ان کی جانشینی کرنا۔ اس میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کی عدم موجودگی کا تصور خاص طور سے ذہن نشین کرنے کے قابل ہے۔ اس کے معنی یہ ہیں کہ کوئی کسی کی موجودگی میں اس کا خلیفہ نہیں ہوسکتا۔ اس کی عدم موجودگی ہی میں ہوسکتا ہے۔ خواہ وہ زندہ ہو لیکن اس جگہ موجود نہ ہو۔ اور خواہ مر چکا ہو۔ چنانچہ سورۃ یونس میں ہے ثُمَّ جَعَلْنَا كُمْ خَلٰٓئِفَ فِی الْاَرْضِ مِنْۢ بَعْدِهِمْ [10:14]۔ ''ہم نے

تمہیں ان کے بعد ملک میں ان کا جانشین بنایا۔'' سورۃ ہود میں ہے کہ حضرت ہود علیہ السلام نے اپنی قوم سے کہا کہ اگر تم نے قوانین خداوندی سے روگردانی کی تو يَسْتَخْلِفُ رَبِّيْ قَوْماً غَيْرَ كُمْ [11:87]۔ ''میرا رب تمہاری جگہ ایک دوسری قوم کو لے آئے گا'' تم مٹ جاؤ گے اور تمہاری جانشین ایک اور قوم ہو جائے گی۔ قوم عاد کے متعلق ہے جَعَلَكُمْ خُلَفَاءَ مِنْ بَعْدِ قَوْمِ نُوْحٍ [7:69]۔ ''تمہیں قوم نوح کے بعد ان کا جانشین بنایا۔'' اور ثمود کے متعلق ہے کہ انہیں قوم عاد کے بعد ان کا جانشین بنایا [7:74]۔

قرآن کریم میں متعدد مقامات میں آدم (انسان) کے متعلق ہے۔ اِنِّيْ جَاعِلٌ فِي الْاَرْضِ خَلِيْفَةً [2:30] اس کے معنی عام طور پر کیے جاتے ہیں خَلِيْفَةٌ فِي الْاَرْضِ۔ یعنی زمین پر خدا کا نائب یا قائم مقام۔ یہ معنی بوجوہ غلط ہیں۔ سب سے پہلے تو اس لیے کہ قرآن کریم میں آدم کو کہیں بھی خَلِيْفَةُ اللهِ (اللہ کا خلیفہ) نہیں کہا گیا۔ خَلِيْفَةٌ فِي الْاَرْضِ کہا گیا ہے۔ دوسرے اس لیے کہ ہم دیکھ چکے ہیں کہ خَلِيْفَةٌ کے معنی ہیں کسی کے بعد یا کسی کی عدم موجودگی میں اس کی جگہ لینے والا۔ (انگریزی میں اسے Successor کہتے ہیں) خدا ہر وقت اور ہر جگہ موجود ہے اس لیے خدا کے بعد یا خدا کی عدم موجودگی میں اس کی جانشینی کا تصور ہی باطل ہے۔ جو خود موجود ہو اس کا جانشین (Successor) کیسا؟ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ خَلِيْفَةُ الرَّسُوْلِ تھے۔ یعنی رسولؐ اللہ کی وفات کے بعد ان کے جانشین وہ خَلِيْفَةُ اللهِ نہیں تھے۔ بیعتِ خلافت کے بعد ایک شخص نے آپ کو 'یا خلیفۃ اللہ' کہہ کر پکارا۔ آپ نے اسے فوراً ٹوکا اور کہا کہ میں ''خلیفۃ الرسول'' ہوں۔ ''خلیفۃ اللہ'' نہیں ہوں۔ انسان دنیا میں خدا کی جانشینی کرنے کے لیے نہیں آیا۔ خدا کے قانون کے مطابق زندگی بسر کرنے اور اس کے قانون کو نافذ کرنے کے لیے آیا ہے۔ آدم (انسان) کو جو خَلِيْفَةٌ فِي الْاَرْضِ کہا ہے تو اس کے معنی یہ ہیں کہ وہ دنیا میں اپنے سے پہلی مخلوق کا جانشین (Successor) ہے۔ (دیکھئے عنوان ا۔ د۔ م اور ج۔ ن۔ ن)۔ چونکہ جانشینی میں غلبہ و تسلط اور اختیار و اقتدار شامل ہوتا ہے اس لیے اِسْتِخْلَافٌ فِي الْاَرْضِ سے مراد ہے ملک کی حکومت۔ کسی دوسری حاکم قوم کی جانشینی۔ (تفصیل ان امور کی میری تصنیف ''ابلیس و آدم'' میں ملے گی جہاں آدم کے متعلق شرح و بسط سے بحث کی گئی ہے)۔

یہ نظریہ بھی کہ انسان خدا کی نیابت کرتا ہے' قرآن کریم کی رو سے صحیح نہیں۔ نیابت کے معنی ہوتے ہیں کسی کو اپنے اختیارات تفویض کر دینا۔ (Powers Delegate) کر دینا۔ خدا اپنے اختیار کسی کو تفویض نہیں کرتا۔ دنیا میں کسی کو خدائی اختیارات (Divine Rights) حاصل نہیں۔ نہ کسی بادشاہ کو۔ نہ مذہبی پیشوا کو۔ حتیٰ کہ نبی کو بھی نہیں۔ خدا نے اپنے مطلق اختیارات سے قوانین مرتب کئے ہیں۔ خدا کے بندے ان قوانین کو پہلے اپنے آپ پر نافذ کرتے ہیں اور پھر باقی دنیا پر۔ انسان کا فریضہ' قوانین خداوندی کی تنفیذ ہے۔ قوانین سازی کے اختیارات اسے تفویض نہیں کئے گئے۔ خدا کا رسول بھی'

ابوبکر مصنفہ محمد حسین ہیکل (اردو ترجمہ، صفحہ:583)

خدا کا دین (قانون) دنیا تک پہنچاتا اور اسے نافذ کرتا ہے۔ دین بناتا نہیں۔ اس لیے ان معنوں میں انسان خدا کا نائب نہیں۔ البتہ اس سے اگر مفہوم ''خدا کے قوانین کو نافذ کرنے والا'' لیا جائے تو اور بات ہے۔ لیکن اس کے لیے ''نائب'' کا لفظ استعمال نہیں کرنا چاہئے کیونکہ اس سے تفویض اختیارات کا باطل مفہوم ذہن میں آجاتا ہے۔

اِخْلَافٌ کے معنی ہیں وعدہ خلافی کرنا۔ اَخْلَفَ وَعْدَہٗ کے معنی ہیں اس نے وعدہ کیا اور بعد میں اسے پورا نہ کیا فَلَنْ يُّخْلِفَ اللّٰهُ عَهْدَهٗ [2:80]۔ ''اللہ وعدہ خلافی نہیں کرے گا۔ وہ اپنے وعدے کو ضرور پورا کرے گا۔''

اِخْتِلَافٌ۔ اتفاق (موافق ہونے) کی ضد ہے۔ اس کے معنی یکے بعد دیگرے آنے کے بھی ہوتے ہیں جیسے اِخْتِلَافُ الَّيْلِ وَالنَّهَارِ [2:164] رات اور دن کا یکے بعد دیگرے ادل بدل کر آنا۔ اور اختلاف یا مخالفت کرنے کے بھی جیسے فَاخْتَلَفَ الْاَحْزَابُ مِنْ بَيْنِهِمْ [19:37]۔ ''پھر ان کے درمیان فرقوں نے اختلاف کیا''۔

بعض کا خیال ہے کہ خَلَف اولاد صالح کو کہتے ہیں اور خَلْف غیر صالح کو۔ اور بعض نے اس فرق کو تسلیم نہیں کیا۔ قرآن کریم میں فَخَلَفَ مِنْ بَعْدِهِمْ خَلْفٌ [7:169 ;59:19] غیر صالح کے لیے آیا ہے تَخَلَّفَ پیچھے رہ جانا [9:120]۔ مُخَلَّفُوْنَ پیچھے رہ جانے والے [9:81]۔ خَالَفَهٗ اس کی مخالفت کی۔ مُخْلِفٌ وہ جو وعدہ خلافی کرے [14:47]۔ مُخْتَلِفٌ الگ الگ [16:69]۔ اِسْتَخْلَفَ جانشین بنانا [24:55]۔ مُسْتَخْلَفٌ وارث [7:85]۔

اللہ تعالیٰ نے ایمان اور اعمال صالحہ کا نتیجہ استخلاف فی الارض بتایا ہے [24:55]۔ لہٰذا جس ایمان اور جن اعمال کا نتیجہ اس دنیا میں غلبہ واقتدار اور حکومت وشوکت نہیں قرآن کریم کی رو سے نہ وہ ایمان ایمان ہے نہ وہ اعمال اعمال صالحہ ایمان واعمال کے متعلق یہ سمجھ لینا کہ ان کا نتیجہ صرف آخرت میں (مرنے کے بعد) برآمد ہوگا' اس دنیا سے ان کا کچھ واسطہ نہیں یا ان سے مقصود ایک فرد کی اپنی ''روحانی ترقی'' ہے جسے معاشرہ کی اجتماعی زندگی سے تعلق نہیں۔ قرآن کریم کی تعلیم کے خلاف ہے۔

سورہ ہود میں ہے کہ حضرت شعیب علیہ السلام نے اپنی قوم کو غلط روشِ زندگی سے باز رہنے کی تلقین کی اور فرمایا وَمَآ اُرِيْدُ اَنْ اُخَالِفَكُمْ اِلٰى مَآ اَنْهٰكُمْ عَنْهُ [11:88]۔ تاج نے لکھا ہے کہ خَالَفَهٗ اِلَى الشَّيْءِ کے معنی ہیں' کسی چیز سے منع کرنے کے بعد اس کا قصد کرنا۔ لہٰذا آیت کے معنی یہ ہیں کہ میں جس بات سے تمہیں روکتا ہوں میرا ارادہ قطعاً یہ نہیں کہ میں خود اس کا قصد کروں۔

قرآن کریم کی رو سے کسی قوم میں باہمی اختلاف خدا کا عذاب ہے [3:104] اور اختلافات کا مٹ جانا اللہ کی رحمت [11:118-119]۔ قرآن کریم' لوگوں کے باہمی اختلافات مٹانے کے لیے آیا ہے [16:64]۔ اور اسی لیے یہ بھی خدا کی طرف سے رحمت ہے۔ جنتی زندگی کے مستحق وہ ہیں جن میں اختلافات اور دین میں تفرقہ شرک ہے

تاج ومحیط الیضاً الیضاً الیضاً

[30:31-32]۔ مسلمانوں کے باہمی اختلافات مٹانے کا طریق یہ ہے کہ ان کے ہر متنازع فیہ معاملہ کا فیصلہ قرآن کریم کے مطابق کیا جائے [42:10]۔ لیکن یہ فریضہ امت کا اجتماعی نظام (حکومتِ قرآنی) سرانجام دے گا۔ [4:65]۔ (ان امور کی مزید تفصیل ف۔ ر۔ ق کے عنوان میں ملے گی۔ نیز دیکھئے میری کتاب' سلیم کے نام خطوط' جلد دوم)۔

☆......☆......☆

قرآن حکیم کے طالب علموں کے لیے خوشخبری

علامہ غلام احمد پرویزؒ کے سات سو سے زائد دروسِ قرآنی پر مبنی تفسیری سلسلہ کے تحت بزم طلوع اسلام لاہور کی طرف سے مندرجہ ذیل تفسیری کتب کی اشاعت الگ الگ جلدوں میں ہو چکی ہے۔ یہ جلدیں 20x30/8 کے بڑے سائز کے بہترین کاغذ پر خوبصورت طباعت اور مضبوط جلد بندی کے ساتھ دستیاب ہیں۔ جن کی تفصیل درج ذیل ہے۔

نام کتاب	سورہ نمبر	صفحات	نیا ہدیہ	نام کتاب	سورہ نمبر	صفحات	نیا ہدیہ
سورہ الفاتحہ	(1)	240	200/-	سورۃ الشعرآء	(26)	454	400/-
سورہ الفاتحہ (سٹوڈنٹ ایڈیشن)	(1)	240	110/-	سورۃ النمل	(27)	280	300/-
سورۃ البقرہ (اول)	(2)	500	400/-	سورہ القصص	(28)	334	350/-
سورۃ البقرہ (دوم)	(2)	538	400/-	سورہ عنکبوت	(29)	388	350/-
سورۃ البقرہ (سوم)	(2)	500	400/-	سورہ روم' لقمان' السجدہ	(30,31,32)	444	400/-
سورۃ النساء	(4)	870	700/-	سورہ احزاب' سبا' فاطر	(33,34,35)	570	400/-
سورہ النحل	(16)	334	300/-	سورہ یٰس	(36)	164	150/-
سورہ بنی اسرائیل	(17)	396	----	سورہ الصفٰت' ص' زمر	(37,38,39)	450	400/-
سورۃ الکہف و سورہ مریم	(18-19)	532	400/-	سورۃ مومن' حٰم سجدہ' سورہ شوریٰ	(40,41,42)	624	550/-
سورہ طٰہٰ	(20)	416	350/-	سورۃ زخرف' دخان' جاثیہ' احقاف' محمدؐ	(43-44-45 46-47)	520	500/-
سورۃ الانبیآء	(21)	336	300/-	سورۃ الفتح' الحجرات' ق' الذاریات' الطور' النجم	(48-49-50 51-52-53)	550	500/-
سورۃ الحج	(22)	380	350/-	سورۃ القمر' الرحمٰن' واقعہ' الحدید	(54-55 56-57)	384	400/-
سورۃ المؤمنون	(23)	408	400/-	29واں پارہ (مکمل)	----	544	400/-
سورۃ النور	(24)	264	350/-	30واں پارہ (مکمل)	----	624	400/-
سورۃ الفرقان	(25)	389	350/-	شرح جاوید نامہ	----	800	1000/-

ملنے کا پتہ: ادارہ طلوع اسلام (رجسٹرڈ)' 25/B' گلبرگ 2' لاہور' فون نمبر: 4546 3571-42-92+

بزم ہائے طلوع اسلام اور تاجر حضرات کو ان ہدیوں پر تاجرانہ رعایت دی جائے گی۔ ڈاک خرچ اس کے علاوہ ہوگا۔

مطبوعات طلوعِ اسلام ٹرسٹ (رجسٹرڈ)

بانئ پاکستان قائداعظم محمد علی جناحؒ کے تحریکِ پاکستان کی دینی اساس سے متعلق ذاتی مشیر، منفردمفکرِ قرآن وبانی تحریک طلوعِ اسلام اور تحریکِ پاکستان گولڈ میڈلسٹ

علامہ غلام احمد پرویز کی تصنیفات 2015

نام کتاب	پیپربیک	مجلد	نام کتاب	پیپربیک	مجلد
مفہوم القرآن (مکمل سیٹ مجلد)	*	1500	مذاہب عالم کی آسمانی کتابیں	250	500
(تین جلدوں میں ـــــ فی جلد)	*	500	انسان نے کیا سوچا؟	300	600
لغات القرآن (مکمل سیٹ مجلد)	*	1600	اِسلام کیا ہے؟	250	500
(چار جلدوں میں ـــــ فی جلد)	*	400	کتاب التقدیر	300	600
تبویب القرآن (مجلد)	*	*	جہانِ فردا (مرنے کے بعد کیا ہوگا؟)	300	600
تبویب القرآن (تین جلد میں)	*	*	شاہکارِ رسالت (سیرتِ فاروقِ اعظمؓ)	350	700
مطالب الفرقان (مکمل سیٹ ـــــ سورہ فاتحہ تا سورہ الحجر)	2100	4200	نظامِ ربوبیت (قرآن کا معاشی نظام)	300	600
مطالب الفرقان (جلد اول)	300	600	تصوف کی حقیقت	300	600
مطالب الفرقان (جلد دوم)	300	600	قرآنی قوانین	200	400
مطالب الفرقان (جلد سوم)	300	600	سلیم کے نام خطوط (جلد اول)	250	500
مطالب الفرقان (جلد چہارم)	300	600	سلیم کے نام خطوط (جلد دوم)	250	500
مطالب الفرقان (جلد پنجم)	300	600	سلیم کے نام خطوط (جلد سوم)	250	500
مطالب الفرقان (جلد ششم)	300	600	طاہرہ کے نام خطوط	250	500
مطالب الفرقان (جلد ہفتم)	300	600	ختمِ نبوت اور تحریکِ "احمدیت"	150	300
من و یزداں (اللہ کا صحیح تصور)	300	600	حسنِ کردار کا نقشِ تابندہ (قائدِ اعظمؒ)	*	150
اِبلیس و آدم	300	600	اقبالؒ اور قرآن (اول۔دوم)	300	600
جُوئے نور	300	600	مجلسِ اقبالؒ۔اول (شرح مثنوی اسرارِ خودی و رموزِ بے خودی)	300	600
برقِ طور (داستانِ حضرت موسیٰؑ)	300	600	مجلسِ اقبالؒ۔دوم (شرح مثنوی پس چہ باید کرد ....)	*	200
شعلۂ مستور (حضرت عیسیٰؑ کی داستان)	300	600	قائدِ اعظمؒ کے تصور کا پاکستان (مجموعۂ مقالات و خطبات)	250	500
معراجِ انسانیت (سیرتِ رسولِ اکرم ﷺ)	300	600	بہارِ نو (مجموعۂ مقالات و خطبات)	250	500

نام کتاب	پیپربیک	مجلد
ISLAM: A Challenge to Religion	300	600
Exposition of the Holy Quran	*	2500
The Book Of Destiny	300	600
Reasons for Decline of Muslims	*	300
Islamic Way of Living	150	300
Letters to Tahira	*	500
Quranic Laws	*	600
The Quranic System of Sustenance	*	600
Did Quaid-e-Azam Want to Make Pakistan a Secular State?	*	200
اسلامی معاشرت (روزمرہ کے متعلق قرآنی احکام وہدایات)	100	200
اسبابِ زوالِ امت	100	200
جہاد (جہاد کے متعلق قرآنِ کریم کے احکامات)	*	150
خدااور سرمایہ دار (مجموعہ مقالات وخطبات)	*	500
سلسبیل (مجموعہ مقالات وخطبات)	250	500
فردوسِ گم گشتہ (مجموعہ مقالات وخطبات)	250	500
متفرق کتب		
مقامِ حدیث	200	400
قرآنی فیصلے (جلد اول)	300	600
قرآنی فیصلے (جلد دوم)	300	600
قتلِ مرتد، غلام اور لونڈیاں اور یتیم پوتے کی وراثت	*	150
مزاجِ شناسِ رسول	150	300
تحریکِ پاکستان کے گم گشتہ حقائق	300	*
The Best Of A.S.K. Joommal	*	600
The Pakistan Idea	*	250
Woman - Recreated	*	250
The Bible - Word of God or Word of Man	*	300
The Holy Quran and our Daily Life	*	300

کتابیں ملنے کا پتہ

طلوعِ اسلام ٹرسٹ (رجسٹرڈ) کی مطبوعات سے حاصل شدہ جملہ آمدن قرآنی فکر عام کرنے پر صرف ہوتی ہے۔

طلوعِ اسلام ٹرسٹ (رجسٹرڈ)

25/بی، گلبرگ 2، لاہور

فون نمبر: 35753666

trust@toluislam.com
www.toluislam.com

کرنٹ اکاؤنٹ نمبر 01720041073503، حبیب بینک لمیٹڈ، مین مارکیٹ گلبرگ برانچ، لاہور۔

ان قیمتوں میں ڈاک خرچ اور پیکنگ کا خرچہ شامل نہیں۔ یہ قیمتیں کسی بھی وقت تبدیل ہوسکتی ہیں۔

عطاء الحق قاسمی

کافر، کافر، کافر، کافر!

وفاقی وزیر سینیٹر پرویز رشید کو بھی حال ہی میں دائرہ اسلام سے خارج کر دیا گیا ہے۔، ابن انشاء کی بات کتنی سچی ہے کہ ہمارے بڑے، کفار کو دائرۂ اسلام میں داخل کرتے تھے اور ہمارے چھوٹے مسلمانوں کو دائرۂ اسلام سے خارج کرتے ہیں۔ میں جانتا ہوں کہ پرویز رشید اس گالی سے بہت زیادہ بدمزہ ہوئے ہوں گے لیکن ان کی ''تالیف قلب'' کے لیے عرض کر رہا ہوں کہ اس اقدام سے ان کا قد چھوٹا نہیں ہوا بلکہ مفتیانِ کرام نے نہیں بلکہ صرف ایک مفتی نے انہیں بیٹھے بٹھائے خواہ مخواہ ہماری تاریخ کے ان بڑے لوگوں کے ساتھ بریکٹ کر دیا ہے جن پر وہ بہت پہلے کفر کی مہر لگا چکے ہیں، ان ''کفار'' میں سر سید احمد خاں اور پھر ہمارے بابائے قوم قائداعظم محمد علی جناح، ہمارے بین الاقوامی شاعر اور تفہیم دین کے حوالے سے اعلیٰ مقام کے حامل قومی شاعر علامہ اقبالؒ بھی شامل ہیں۔ قائداعظم کو تو (میرے منہ میں خاک) کافرِ اعظم کہا گیا۔ یہ سلسلہ یہیں نہیں رکا۔ علامہ عنایت اللہ مشرقی نے ''مولوی کا غلط مذہب'' کے نام سے کتاب لکھی تو مولویوں نے ان پر بھی کفر کا فتویٰ صادر کر دیا۔ سید ابوالاعلیٰ مودودی، علامہ غلام احمد پرویز اور جاوید الغامدی بھی کفر کے فتوے سے کب بچ سکے ہیں؟ یہ الگ بات ہے کہ یہ فتوے ہوا میں اڑ گئے اور کسی نے ان کا اثر قبول نہیں کیا۔

کافر سازی کی صنعت جہاں بہت دلخراش ہے، وہاں بہت دلچسپ بھی ہے، کبھی تو مختلف مسالک کے مفتیان کرام مشترکہ طور پر کسی کو کافر قرار دیتے ہیں اور کبھی علیحدہ علیحدہ ایک دوسرے کو کافر اور مشرک ''ثابت'' کیا جاتا ہے، میری ذاتی لائبریری میں لٹریچر کے علاوہ مختلف ادیان اور مختلف مسالک کے علماء کی کتابیں موجود ہیں ان میں ایسی کتابیں بھی ہیں جن سے پتہ چلتا ہے کہ مسلمانوں کے تمام مسالک کے بعض مفتیانِ کرام ایک دوسرے کو کافر اور مشرک قرار دے چکے ہیں۔ حتیٰ کہ دیوبندی اور بریلوی مکاتب کے بڑے ستون بھی اس کی زد میں آچکے ہیں۔ اہل حدیث کو بھی دائرہ اسلام سے خارج قرار دیا جا چکا ہے اور اہل تشیع بھی کافر ہیں۔ عوام نے ان فتوؤں میں سے کسی فتوے کو تسلیم نہیں کیا لیکن اگر ان سب مسالک کے کچھ مفتیان صاحبان کی رائے کو تسلیم کر لیا جائے تو پاکستان کے بیس کروڑ مسلمان دائرہ اسلام سے خارج کیے جا چکے ہیں کیونکہ یہ سب کے سب کسی نہ کسی مسلک کے پیروکار ہیں جبکہ کون کہتا ہے پاکستان کی آبادی 99 فیصد مسلمانوں پر مشتمل ہے؟

لیکن اب مسئلہ کسی مسلک یا کسی فرد کا نہیں رہا بلکہ پاکستان کی بقاء کا بن چکا ہے۔ مسلک کی بنیاد پر دہشت گردی جب اپنی انتہا کو پہنچ گئی اور پورے ملک میں بے گناہوں کے خون سے ہولی کھیلی جانے لگی تو ہماری حکومت اور ہماری فوج کو بھی خطرے کی یہ گھنٹی سنائی دی۔ اور پھر بڑے پیمانے پر اس عفریت کے خلاف کارروائی شروع کر دی گئی، یہ عفریت ہماری فوج کے مدمقابل بھی آچکا تھا لیکن پہلے سوات میں ان کا خاتمہ کیا گیا اور اب شمالی وزیرستان کو پاک کرنے کی کوشش جاری ہے۔ مگر یہ کس قدر حیرت کا مقام ہے کہ یہ لوگ اسلام آباد میں دندناتے پھر رہے ہیں، انہوں نے پرویز رشید کے خلاف شہر میں اشتعال انگیز پوسٹر لگائے اور پولیس نے جب یہ پوسٹر اتارنے کی کوشش کی تو ایک ''دینی مدرسے'' کے طالبان نے پولیس پر حملہ کر دیا۔ پرویز رشید سے یہ بیان منسوب کیا گیا کہ ہمارے دینی مدارس جہالت پھیلا رہے ہیں، اور یہ کہ مولوی کے ہاتھ میں دن کے اوقات میں پانچ مرتبہ لاؤڈ اسپیکر تھما دیا جاتا ہے، جبکہ پرویز رشید کا یہ وفاعی بیان منظرِ عام پر آچکا ہے کہ وہ علمائے حق کی دل کی گہرائیوں سے عزت کرتے ہیں، ان کا اختلاف قتل و غارت گری کا کھیل رچانے والے افراد سے ہے اور ہمیں مل کر ان کا مقابلہ کرنا ہے جو ہماری زندگیوں کے درپے ہیں۔ انہوں نے وضاحتی بیان میں کہا کہ انہوں نے مدارس میں پڑھائے جانے والے تعلیمی نصاب کے حوالے سے بات کی تھی اور اگر کسی کی اس سے بھی دل آزاری ہوئی ہے تو وہ معذرت خواہ ہیں! لیکن مسئلہ پرویز رشید کے دین ایمان کا نہیں لگتا کہ وہ ویسے ہی سیدھے سادے، کچھ نیک اور کچھ گناہگار قسم کے مسلمان ہیں۔ جیسے ہم سب ہیں، مسئلہ وزیرستان سے نکل کر اسلام آباد کی سڑکوں تک آنے کی اسٹریٹیجی کا ہے، ایک مفتی صاحب نے فتویٰ دیا اور اسلام آباد میں پوسٹر لگ گئے کہ پرویز رشید کو پھانسی پر لٹکایا جائے اور اس کے بعد ایک مدرسے سے ''طالبان'' نکلے اور انہوں نے پولیس پارٹی پر حملہ کر دیا۔ وہ کون لوگ ہیں جو پاکستان کے دارالحکومت اسلام آباد میں فضا تیار کر رہے ہیں جس کے خاتمے کے لیے ہماری فوج بے شمار قربانیاں دے چکی ہے۔ حکومت سے میری درخواست ہے کہ وہ ہر قسم کی مصلحت سے بالا ہو کر ابھی سے ان مفسدوں کی گردن ماپے جو کفر سازی کی صنعت کا مندہ نہیں دیکھ سکتے! اور اس بات کا جائزہ بھی لے کہ کہیں اس سارے کھیل میں کوئی وزارتی رقابت بھی تو شامل نہیں۔

پاکستان کی تمام سیاسی جماعتوں میں بعض بہت قابل قدر شخصیات موجود ہیں تاہم ان میں سینیٹر پرویز رشید سرِفہرست ہیں۔ پرویز ایک طویل عرصے سے سیاست میں ہیں اور ابھی تک ایک پیسے کی کرپشن کا الزام تک ان پر نہیں ہے۔ ان کے ذاتی اثاثے کم تو ہوئے ہوں گے۔ زیادہ بہرحال نہیں ہوئے۔ یہ شخص غریبوں کا ساتھی ہے اور انہی کے ساتھ بیٹھ کر خوش ہوتا ہے۔ وفاقی وزیر ہے اور کوئی حفاظتی دستہ ساتھ نہیں رکھتا۔ یہ تو گاڑی بھی خود ہی ڈرائیو کرتا ہے۔ اس نے تو وزارت کی جائز سہولتیں بھی حاصل نہیں کیں یہ وہ شخص ہے جس نے اصولوں کے لیے لازوال قربانیاں دیں۔ ہمارے درمیان یہ ایک درویش

ہے اور ہم دنیا دار اپنے درمیان شاید کوئی درویش نہیں دیکھنا چاہتے ہم وہ کبڑے ہیں جو اپنا ''کُب'' ٹھیک کرنے کی کوشش نہیں کرتے۔ اس کی بجائے ہم سب کو کبڑا دیکھنا چاہتے ہیں۔ ملک اور قوم کے لئے وہ وقت بہت نازک ہوتا ہے جب خیر پر شر غالب آنا شروع ہو جائے۔ اس وقت پرویز رشید اور ان کے خاندان کی زندگیوں کو بھی خطرہ لاحق ہو چکا ہے بلکہ جو حالات پیدا کیے جا چکے ہیں اس کے نتیجے میں کوئی پاکستانی بھی خود کو محفوظ تصور نہیں کرتا۔

جانے کب کون کسے مار دے کافر کہہ کر
شہر کا شہر مسلمان ہوا جاتا ہے

عام لوگ کفر سازی کی ''تحریک'' سے کس قدر متنفر ہو چکے ہیں، اس کا اندازہ ذیل کی اس نظم سے لگایا جاتا ہے جو ان دنوں پورے ملک میں سینہ بہ سینہ چل رہی ہے۔ اس نظم کے چند اشعار ملاحظہ کریں اور پاکستان کی سلامتی، بقاء اور استحکام کی دعا بھی کریں۔

میں بھی کافر، تو بھی کافر
پھولوں کی خوشبو بھی کافر
لفظوں کا جادو بھی کافر

....

فیض بھی کافر، منٹو کافر

....

نور جہاں کا گانا کافر
میکڈونلڈ کا کھانا کافر
برگر، کافی، کوک بھی کافر
ہنسنا بدعت جوک بھی کافر
طبلہ کافر، ڈھول بھی کافر
پیار بھرے دو بول بھی کافر

. . . .

سُر بھی کافر، تال بھی کافر
بھنگڑا، لڈی، دھمال بھی کافر

دادرا، ٹھمری، بھیرویں کافر
کافی اور خیال بھی کافر
وارث شاہ کی ہیر بھی کافر
چاہت کی زنجیر بھی کافر
زندہ مردہ پیر بھی کافر
نذر نیاز کی کھیر بھی کافر
بیٹے کا بستا بھی کافر
بیٹی کی گڑیا بھی کافر

....

ہنسنا رونا کفر کا سودا
غم کافر، خوشیاں بھی کافر

....

میلے ٹھیلے کفر کا دھندا
گانے باجے سارے پھندا
مندر میں تو بت ہوتا ہے
مسجد کا بھی حال بُرا ہے

....

کچھ مسجد کے باہر کافر
کچھ مسجد کے اندر کافر
مسلم ملک کے اکثر کافر
کافر کافر میں بھی کافر
کافر کافر تو بھی کافر

(بشکریہ روزنامہ جنگ، لاہور)

نیر اقبال علوی

فکرِ قرآنی کے سلسلے میں اک جہانِ نو کی تشکیل

عزیزانِ گرامی! جیسا کے آپ کے علم میں ہے۔تحریک پاکستان سے دلی وابستگی، ایک عشرہ سے زیادہ قائداعظم محترم محمد علی جناح کے مشیر برائے دینی اموراور حضرتِ علامہ اقبالؒ کے افکار وتصورات ان کے فکر وفلسفہ سے گہرا تعلق رکھنے والی شخصیت جناب غلام احمد پرویز (گولڈ میڈلیسٹ برائے تحریک پاکستان) نے خالص قرآنی فلسفہ کی ترویج وترقی، اس کے محاسن کونکھارنے، اس میں اجتہادی نکات کی وضاحت وصراحت اور پھر ہر قسم کی مذہبی وسیاسی فرقہ بندی سے بالاتر ہوکر اپنی زندگی کوایک مشن کے تحت گذرا۔

درجنوں ضخیم تحقیقاتی کتب کے علاوہ، لغات القرآن، مفہوم القرآن اوران گنت دینی، سماجی، ثقافتی، اخلاقی، سیاسی، بین الاقوامی امور سے متعلقہ مضامین کی اشاعت کے علاوہ، کئی عشروں تک رسالہ ''طلوع اسلام'' کی ادارت ان کی خدمات کا منہ بولتا ثبوت ہیں۔ دو ادوار پر مشتمل ہفتہ وار دروسِ القرآن کا سلسلہ (پہلا دورانیہ 7 برس اور دوسرا دورانیہ 17 برس) اس صاحب ہمت کا ایک اہم اور عظیم کارنامہ ہے۔ یہ قرآنی تفسیر احبار ورہبان کے غیر قرآنی تصورات سے قطعی طور پر پاک ہونے کی بنا پر نہ صرف منفرد بلکہ اپنی مثال آپ ہے۔ یہ تفسیر، قرآن حکیم کے آئینے میں تصریفِ آیات کے زیور سے آراستہ وپیراستہ کرکے عرصہ دراز سے قارئین کی خدمت میں پیش کی جارہی ہے۔ یہاں یہ امر قابلِ ذکر ہے کہ مذکورہ تفسیر اپنے پہلے سات سالہ دور کے مقابلے میں سترہ سالہ دورثانی میں زیادہ واضح، جامع، بلیغ، معنی خیز اور دوٹوک ہونے کے علاوہ ذہنی وفکری ارتقاء کی بنیادوں پر عصر حاضر کے زیادہ قریب تر ہے۔ نیز انسانیت کی تمام نفسیاتی الجھنوں کی نشاندہی کے ساتھ ساتھ ذاتِ انسانی کی نشوونما کے تمام سامان اپنے اندر سموئے ہوئے ہے۔ یہ وہ انمول بیج ہیں جن کو یہ مردِ آہن اپنی طبعی حیات کے آخری دور تک اس اُمید کے سہارے ملتِ اسلامیہ کے اجڑے ہوئے گلستان میں بکھیرتا چلا گیا کہ شاید۔۔۔ پھر ان میں کبھی نشاۃ ثانیہ کی ننھی منی کونپلیں پھوٹ سکیں۔ عزیزانِ گرامی! ان مذکورہ خصوصیات کی بنا پر گمان اغلب ہے کہ پیش کردہ یہ قرآنی تفسیر

آنے والے ادوار میں قرآن کے ضابطۂ حیات کی اہمیت اور اس کی افادیت کو مزید بنا سنوار کر سامنے لا سکے گی۔ اس موقعہ پر مناسب معلوم ہوتا ہے کہ علامہ پرویزؒ نے خود اس تفسیر بارے جو کلمات کہے انہیں من وعن آپ کے سامنے پیش کر دیا جائے۔

176 آیاتِ مبارکہ پر مشتمل زیرِ نظر سورۃ النساء قرآنِ کریم کی طویل شمار ہونے والی سورۃ ہے۔ قرآنِ مبین (یعنی احکاماتِ خداوندی) حیاتِ موجودہ اور پھر آنے والی زندگی کی تیاری، اُس کی آبیاری، اس کی نشوونما، اس کی حنابندی کے واسطے ہر زاویئے اور ہر جہت سے ہماری راہنمائی کا فریضہ سرانجام دیتا ہے۔ اپنے موضوع، اپنے عنوان کے لحاظ سے قرآن کی ہر سورۃ معنی، وضاحت اور بلاغت کا ایک بیکراں سمندر اپنے اندر موجزن رکھتی ہے قرآن عالمِ انسانیت کو اس کے روزمرّہ طبیعی وباطنی امور میں درپیش خاندانی، ازدواجی، سماجی، سیاسی، معاشرتی، اقتصادی، اخلاقی، دینی، وراثتی وریاستی مسائل وچیلنجوں کے حل کے لیے قدم قدم پر ممدّ ومعاون ہونے والی دستوری وقانونی دستاویز ہے۔ اس پر عملدرآمد انسانوں کی کامیابی وکامرانی کی ضمانت ہونے کے ساتھ ساتھ معاشرے کو جنت نظیر بھی بناتی ہے۔

مشیت نے انسانی فہم وشعور کے ارتقاء وعروج کے لیے ادوارِ گذشتہ میں مختلف نبیوںؑ اور پیغمبروں کے توسط سے جو پروگرام تشکیل دیے ان سب کو اس کتابِ مبین کے اندر یکجا فرما کر نبی اکرم ﷺ کو اس کا امین بنا کر، اُنہیں رحمت اللعالمین کا قلب عطا کر کے کاروانِ انسانیت کو اس کی منزلِ مقصود تک بہ حفاظت پہنچانے کی ذمہ داری سونپی۔ ہمارے پیارے پیغمبرؐ نے نہایت جانفشانی کے ساتھ قلیل ترین مدت میں اس الوہیاتی پروگرام کو متشکل فرما کر دنیا جہاں کو حیران وششدر کر ڈالا۔

اسلامی معاشرتی عمارت کے اساسی اجزاء میں عورت کی تکریم، غلاموں کی آزادی، بیواؤں، یتیموں اور لاوارثوں کے حقوق کی پاسداری اور غیر طبقاتی معاشرے کا قیام سیمنٹ، خشت، ریت اور بجری کی حیثیت رکھتے ہیں۔ نبی اکرم ﷺ کے فہم وفراست کی بوقلمونی ہی کے طفیل چشمِ فلک نے ایک پُرامن مبنی بر مساوات، عدل وانصاف پر مشتمل۔ اللہ تعالیٰ کی رحمت و برکات سے مالا مال جیتے جاگتے، پھلتے پھولتے، شاداب وخوشگوار ریاستی ڈھانچے کی جھلک ملاحظہ فرمائی۔

سورۃ مذکور اس لحاظ سے نہایت اہم اور وقیع ہے کہ اس میں دیگر خاندانی موضوعات کے علاوہ اللہ تعالیٰ نے عورت کو مرکز ومحور بنایا ہے۔ ازدواجی زندگی سے لے کر خاندانی مسئلوں، سماجی رسوم ورواج، روزمرّہ کے کاروبارِ زندگی، رشتہ داریاں، تعلق داریاں، آئندہ نسلوں کی تعمیر وتربیت بلکہ ریاستی امورِ سیاست تک میں عورت کا کردار اسلامی نکتۂ نگاہ سے نہایت جامع اور واضح ہے۔

اسلامی تہذیب وتمدّن کی اصل معمار درحقیقت خاتونِ خانہ ہی ہوتی ہے۔گھریلو زندگی کا خوشگوار ہونا۔میاں بیوی کے درمیان قلبی وذہنی ہم آہنگی کی رُو سے زوج کا رُوپ دھارنا۔ازدواجی رفاقت کی کامیابی کی بدولت بچوں کی پرورش پر خوشگوار وصحت منداثرات، یہ سب ایسے عناصر ہیں جن کے اثرات قوم کی ترقی وتنزلی پر جا کر منتج ہوتے ہیں۔

سورۃ متذکرہ جن قابلِ ذکر عنوانات کا احاطہ کرتی ہے وہ درج ذیل ہیں۔

1۔ خاندانی امور

2۔ ازواجی امور

3۔ خواتین کے حقوق

4 نکاح میں عورت کی پسندوناپسند کے متعلق ارشاداتِ ربّانی

5۔ میاں بیوی گھر کے سربراہ کی حیثیت سے

6۔ بدچلن عورتوں کے متعلق احکامات

7۔ جھگڑے کی صورت میں میاں بیوی کے درمیان حائل خلیج کو کیونکر اور کس طرح پاٹا جاسکتا ہے۔

8۔اگر تعلقات منقطع کرنے کی نوبت آجائے تو انہیں حسن کارانہ انداز میں اختتام پذیر کیا جائے۔

9۔ایک دوسرے کا ناحق مال کھانے سے اجتناب

10۔قانونِ وراثت کی تفصیلات اور تقسیم کا طریقۂ کار

11۔یتیموں کے مال اسباب سے ہاتھ الگ رکھنا۔ان کے مال کی سپردگی کے وقت گواہان کی تقرّری۔

12۔یتیموں، بیواؤں، کنیزوں، لونڈیوں کے متعلق مسلمان مردوں کی ذمہ داریاں۔

13۔حق مہر کے متعلق احکامات۔

14۔بیوی کو دیئے گئے تحفے تحائف کی واپسی کا مطالبہ، احسن عمل نہیں۔

15۔امانتیں۔۔۔ان کے مالکان کو ایمانداری کے ساتھ سُپرد کرنے کی تلقین۔

16۔زکوٰۃ کے احوال وقوانین

17۔مسلمان مَرد اپنے خاندان کی کن کن خواتین سے نکاح کرسکتا ہے۔

18۔تعدادازواج۔۔۔اوران کے حقوق

19۔قتل سہو کے بدلے میں خون بہا کی ادائیگی،لیکن۔۔۔معاف کرناایک عمدہ فعل۔

20۔احسان اوراس کامفہوم۔

21۔جہاد کے معنی اوراس میں حصّہ لینے والوں کے درجات۔

22۔ہجرت اوراس کی برکات اوراحکامات۔

23۔دورانِ نماز جماعتِ مومنین کی ہتھیار بندی اورانہیں اپنی حفاظت کی تلقین۔

24۔قرآن اوراسلامی نظام پرتنقید کرنے والوں کی رفاقت سے گریز کرنے کی تاکید۔

25۔منافقین کے لیے جہنم کے سب سے نچلے درجے کااعلان۔

26۔توبہ اوراس کاطریقہ کار۔

27۔نشہ،ناپاکی،سفراور بیماری کی حالت میں نمازادا کرنے کی ممانعت۔

میرے لیے یہ مقامِ صد حیرت واستعجاب ہے کہ جب میں مذکورہ بالا عنوانات کے متعلق بغور سوچتا ہوں کہ انسانی ہاتھوں سے متشکل، دُنیا کا وہ کونسا نظام ہے جس میں انسانوں کے ان نفسیاتی اور کردار ساز پہلوؤں کی نہ صرف نشاندہی کی گئی؟ بلکہ ان کے تدارک کی بات کے علی الرغم اُن کے حل بھی پیش کر دیے گئے ہوں۔ یہ کتنے حساس اور بنیادی نوعیت کے مسائل ہیں جن کا تعلق گھریلو، ازدواجی یا خاندان سے شروع ہوکرسماجی ومعاشرتی رویّوں، اخلاقی قدروں، مسلم رسوم ورواج، تہذیب وتمدّن تک کو محیط ہیں۔ دل بے اختیار پکاراٹھتا ہے کہ ایسا جامع اور منفرد نظام بے شک۔۔۔ ماورائے عقل ہستی کے ہاتھوں ہی ترتیب پاسکتا ہے۔ہمیں پیدا کرنے والا ہی بہتر طور پر جان سکتا ہے کہ زندگی میں انسان کِن مسئلوں سے دوچار ہوگا اسے کِن پریشانیوں، کِن کٹھنائیوں کا مقابلہ کرنا ہوگا۔لہٰذا انسان کو پُرامن، سرسبز وشاداب اور حسین وجمیل زندگی گزارنے کے لیے پیش آنے والے تمام مسائل کا سدِّ باب بھی بتا دیا گیا، جن کے اختیار کرنے سے وہ اپنے حزن وملال، ذہنی وقلبی اور مصیبتوں سے گلوخلاصی کرواسکتا ہے۔

قارئین محترم! قرآن خوانی کے ضمن میں اس امر سے ہم کماحقہ آگاہ ہیں کہ اکثر وبیشتر بات اشاروں کنایوں یا تمثیلی

انداز میں کی جاتی ہے۔ مشیتِ ایزدی نے انسانی فلاح و بہبود کی خاطر محکم و مستقل بنیادوں پر اٹل اور غیر متبدل قوانین مرتب فرمادیے جب کہ ان کی جزئیات وقتی تقاضوں کے مطابق طے کرنا حکومت کی ذمہ داری قرار پایا۔۔۔لیکن سورۃ النساء میں دو مسائل یعنی مسئلہ وراثت اور مَردوں کے عَورتوں کے ساتھ نکاح بارے تمام تفصیلات، بے حد وضاحت کے ساتھ متعین کردیں کہ جس میں ردّ و بدل کی قطعاً کوئی گنجائش نہیں چھوڑی۔ یہ حقیقت نہایت حیران کن اور تعجب خیز ہے کہ قرآنِ مجید حساب یا اقتصادیات کی کتاب نہیں مگر وراثت کا قانون اس کی نظر میں اتنا اہم۔ اتنا وقیع ہے کہ اللہ تعالیٰ کو جائیداد کی تقسیم کے واسطے بٹوں تک مثلاً (1/4 یا 1/8) کا استعمال کرنا پڑا۔ دوسرا مبنی برحقیقت اور بے لچک قانون ''نکاح'' کے متعلق مقرر فرمایا کہ مَرد خاندان کی رُکن رُکن خواتین کو اپنی زوجیت کے دائرہ میں لاسکتا ہے۔

قرآنِ کریم کی اس سورۃ جلیلہ کی ماہیّت و اہمیت اور گہرائی کا اندازہ اس بات سے ہوتا ہے کہ علامہ غلام احمد پرویزؒ جیسے صاحبِ فکر و نظر قرآن فہم، مفکر و دانشور شخص نے جب اپنے دروس کے ذریعے اس کی تفسیر فرمائی اور ازاں بعد محترم ڈاکٹر پروفیسر منظور حسین اور میرے معتبر دیرینہ رفیق جناب اشرف ظفرؔ صاحب نے اسے قرطاس کا جامہ اوڑھایا تو اس کے لیے انہیں قریباً ساڑھے آٹھ سو صفحات درکار ہوئے۔ اس سے پرویزؔ صاحبؒ کی جگر سوزی، حُبِ ایمانی، ذہانت و فطانت کا وہ بحرِ بیکراں جوان کے سینے میں موجزن تھا اُبل کر زبان پہ آگیا۔ لسانِ عربی پر دسترس۔ اردو، فارسی، انگریزی زبانوں اور اُن کے علوم سے بے مثل آگاہی، اقبالؒ و غالبؔ جیسے سخن وروں کے کلام سے لبالب ذہنِ رسانے اس عالمِ دین کی قرآن فہمی کو نہ صرف جِلا بخشی بلکہ قرآن کو عام فہم انداز میں سمجھنے کا ایک نیا اور منفرد انداز بھی عطا کیا جو آنے والے محققین کے لیے سنگِ میل ہوگا۔

محترم اشرف ظفر صاحب نے یہ دلچسپ حقیقت بھی میرے گوش گزار کی کہ پرویزؔ صاحبؒ نے سورۃ النساء کی اہمیت کے پیشِ نظر اس کی تفسیر ایسی شد و مد، اتنی تفصیل، بے مثل جامعیت اور غیر معمولی وضاحت کے ساتھ کی کہ تحریری صورت میں لانے کے دوران قریباً گیارہ سو (1100) ذیلی موضوعات سے اسے مزیّن کرنا پڑا۔ بہ قول علامہ اقبالؒ ؎

نقش ہیں سب ناتمام، خونِ جگر کے بغیر
نغمہ ہے سودائے خام، خونِ جگر کے بغیر

عہدِ گذشتہ میں بڑے جیّد و نامورِ علماء کرام نے قرآنِ کریم کی تفاسیر فرمائیں۔ جن کی افادیت و اہمیت سے انکار قطعاً ممکن نہیں۔ لیکن۔۔۔ پرویزؔ صاحبؒ کی زیرِ نظر تفسیر عہدِ حاضر کے انسانی تقاضوں، دورِ جدید کی علمی و عقلی ارتقائی موشگافیوں کو مدِ نظر رکھتے ہوئے نہایت شفافیت و جامعیت سے مالا مال ایک یکتا و منفرد کارنامہ ہے۔

علامہ پرویزؔ صاحبؒ قرآنی بصیرت و بصارت کی روشنی میں عربی زبان کا مفہوم بیان فرماتے ہوئے ہر لفظ کے معنی اس کی جڑ (ROOTS) سے متعین کرتے ہیں اور ہر عنوان کی وضاحت میں عام فہم و سہل انداز اختیار کرتے ہیں۔ اس طریقہِ کار سے شبہ اور ابہام کی گنجائش باقی نہیں رہتی بلکہ۔۔۔ معنی کے سمجھ آنے اور مسائل کی عقدہ کشائی سے قاری کا جی بے اختیار جھوم اُٹھتا ہے اور پھر وہ بے ساختہ پکار اٹھتا ہے۔۔۔ سبحان اللہ۔ بہ قول غالبؔ ؎

تمثال میں تیری ہے وہ شوخی کہ بصد ذوق

آئینہ باندازِ گُل، آغوش کشا ہے!

قارئین کرام! آخر پر یہ چیز اہمیت سے خالی نہیں کہ قابلِ صد احترام علمی شخصیت محترم ڈاکٹر انعامؔ الحق صاحب نے ہماری راہنمائی کرتے ہوئے سورۃ النساء کے متعلق جن قابلِ تحسین، فکر انگیز تاثرات کا اظہار کیا ہے اُنہیں قارئین کے سامنے پیش کرنا یقیناً مفید ثابت ہوگا۔

آپ فرماتے ہیں کہ:

''محترم پرویزؒ صاحب ساری عمر قرآن کی تعلیم یا تو حاصل کرتے رہے یا پھر دیتے رہے۔ اُن کی بڑی خواہش تھی کہ پاکستان میں قرآن کی تعلیم کو پرائمری سطح سے لے کر ڈاکٹریٹ کے مرحلہ تک بطور نصاب پڑھایا جائے۔ اس کے لیے وہ خود بھی ساٹھ کی دہائی میں اس کام کے لیے ایک کالج کی تعمیر کے منصوبہ پر عمل پیرا ہو چکے تھے۔ جو بدقسمتی سے سیاست کی نذر ہو کر ابھی تک کلیئرنس کے لیے عدالتوں میں زیرِ سماعت ہے۔ ہم اگر محترم پرویزؒ صاحب کی خواہش کی تکمیل میں قرآن کی تعلیم کو بطورِ نصاب پڑھانے میں کچھ کر سکیں، تو یہ احسن قدم ہوگا۔ مجھے یاد ہے کہ جب میں ایم۔ اے کا امتحان دے رہا تھا۔ تو پنجاب یونیورسٹی کے شعبہ معاشیات کے نصاب میں محترم پرویزؒ صاحب کی تصنیف ''نظامِ ربوبیت'' کے کچھ ابواب کا بطورِ ریفرنس اِندراج تھا۔ لہٰذا اسی بنا پر مجھے یقین ہے کہ اگر محترم اشرف ظفرؔ صاحب کا ساجذبہ لیے ہوئے لوگ کوشش کریں، تو سورۃ النساء پر مشتمل دروس کی یہ تصنیف، ایم

اے اسلامیات کے نصاب میں شامل کی جاسکتی ہے۔ چنانچہ ہمارا خیال ہے کہ سورۃ النساء کی یہ زیرِ نظر تصنیف بطورِ ریفرنس بک یقیناً ممد ثابت ہوگی۔

قارئین کرام! اگر آج ہم فکرِ قرآنی کی روشنی میں اپنی ان جامعات کے شعبہ اسلامیات میں شامل نصابی کتب کو دیکھتے ہوئے ان کا تجزیہ عصرِ حاظر کے علمی معیار کے تقابل میں کریں تو وہاں وہی فرسودہ رِوایات اور مناظرات کا مجموعہ ہی پاتے ہیں جو خالص مذہبی رُجحانات میں ہمیں ملتا ہے۔ اُن کو دیکھ کر دِل میں خواہش مزید شدت حاصل کرلیتی ہے کہ محترم پرویزؒ صاحب کی فکر کو نصاب میں درس وتدریس کی کتنی ضرورت اور اہمیت ہے، جو طلباء کی صحیح سِمت میں راہنمائی کرسکے۔ یہاں میں یہی کہوں گا کہ ہماری جامعات کی بدقسمتی ہے کہ اُن میں اگر کہیں بھُول کر محترم پرویزؒ صاحب کا ذکر ملتا بھی ہے تو وہ نہایت منفی انداز میں بے سروپا الزامات کی شکل میں ہوتا ہے۔ جس حد تک اُن میں قرآن کے بھی نظریات کو فرسودہ کرتے ہوئے دکھایا گیا ہے، اُن سے اُمید رکھنا ہی فضول ہوگا کہ وہ کبھی اُن کا احیاء کرسکیں گے۔

قرآن تمام نوعِ انسانی کے لیے قیامت تک کے لیے تمام زمانوں کی ہدایت اور حق کی راہنمائی کے لیے نازل ہوا ہے۔ اِسے کسی بھی خاص قوم کی اجارہ داری میں دیا نہیں جاسکتا۔ اس لیے ضروری ہے کہ قرآنِ کریم کو دنیا کی تمام زبانوں میں منتقل کر کے اُن کی راہنمائی کے لیے قابلِ حصول بنایا جائے۔ ہم دیکھتے ہیں کہ قرآنِ مجید کے تراجم سبھی زبانوں میں ہو رہے ہیں۔ لیکن کیا وہ جس معیار کے حامل ہیں اُن سے قرآن کا صحیح پیغام اُن کو مل سکتا ہے؟ اِس کا جواب نفی میں پا کر دل میں اُن لوگوں کے لیے دعائے خیر نکلتی ہے جو مستقبل میں محترم پرویزؒ صاحب کی عصرِ حاضر کے تمام چیلنج قبول کرتی ہوئی قرآن کی تفسیر کو دنیا کی تمام زبانوں اور خصوصی طور پر انگریزی میں منتقل کریں گے۔ محترم اشرف ظفر صاحب کی بھی یہ دِلی خواہش ہے اور ممکن ہے کہ وہ زندگی میں اس کام کا بھی آغاز کر پائیں۔ ان کی دروس القرآن کی منتقلی کا موجودہ کام دیکھ کر دل میں اُن سے اس اُمید کا پیدا ہونا ایک فطری بات لگتا ہے۔''

خدا ہم سب کا حامی ومددگار رہو۔

مجیب الرحمٰن شامی

ایک اور قیامت

کراچی کی صفوراچورنگی کے قریب پیش آنے والے دہشت گردی کے لرزہ خیز واقعے نے ایک بار پھر پوری قوم کوخون کے آنسورُلا دیا۔ابھی پشاور کے آرمی سکول میں کی جانے والی واردات کے زخم مندمل نہیں ہوئے تھے کہ ایک اور کاری وار کیا گیا، ایک اور قیامت ٹوٹ پڑی، ایک ایسا چرکا لگایا گیا کہ جس کے اثرات برسوں باقی رہیں گے۔ اسماعیلی کمیونٹی کے پُرامن افراد کوشہر لے جانے والی بس میں چند مسلح افراد، جو پولیس کی وردیاں پہنے ہوئے تھے، گھسے اور مسافروں کوچُن چُن کر گولیوں کا نشانہ بنانا شروع کر دیا۔ کہا جاتا ہے کہ سفاک حملہ آور تین موٹر سائیکلوں پر سوار تھے، اور ان کی تعداد چھ تھی۔ بس کے ڈرائیور اور 18 خواتین سمیت کل 45 افراد لقمہ اجل بن گئے۔ واردات کے بعد ملزمان گولیاں چلاتے ہوئے موقع سے بھاگ نکلے۔

اسماعیلی کمیونٹی دُنیا بھر میں اپنی سماجی، تعلیمی، فلاحی، تجارتی اور معاشی سرگرمیوں کی بنا پر عزت اور قدر کی نگاہ سے دیکھی جاتی ہے۔اس کے ڈیڑھ کروڑ کے لگ بھگ ارکان مختلف ممالک میں آباد ہیں۔ پرنس کریم آغا خان (چہارم) 49ویں امام ہیں اور اس کے جملہ امور کی نگرانی کرتے ہیں۔ پاکستان سے اس کمیونٹی کا گہرا تاریخی، سیاسی، نفسیاتی اور جذباتی تعلق ہے۔ اسماعیلی مسلک مسلمانوں کے شیعہ مکتب فکر کی ایک شاخ ہے۔ اس وقت شیعہ حضرات کی بڑی تعداد اثنا عشری کہلاتی ہے، اسے فقہ جعفریہ کے حوالے سے بھی پکارا جاتا ہے کہ یہ اُس فقہ کے پیروکار ہیں جسے امام جعفر صادق نے منضبط کیا۔ اثنا عشری رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے بعد بارہ اماموں پر ایمان رکھتے ہیں، آخری امام غائب ہیں، جو ایک مقررہ وقت پر ظاہر ہوں گے، جبکہ اسماعیلی ان میں سے چھ اماموں کو تسلیم کرتے ہیں۔ ان کے نزدیک حضرت جعفر صادق کے بعد امامت ان کے بیٹے اسماعیل کا حق تھی۔ اسماعیل ان کی زندگی ہی میں وفات پا گئے تھے، اس لیے یہ اپنا تعلق ان کے بیٹے محمد سے جوڑتے ہیں اور یوں ان کا شجرہ اثنا عشری حضرات سے مختلف ہو جاتا ہے۔ آغا خاں چہارم اسماعیلیوں کے 49ویں امام ہیں، اور ان کو شریعت کی تعبیر وتوضیح کے وہ تمام اختیارات حاصل ہیں، جو ان کے پیش روؤں کو حاصل تھے۔ آغا خان کے بارے میں کہا جاسکتا ہے کہ وہ کسی مخصوص قطعہ زمین پر تسلط نہ رکھنے کے باوجود ایسے حکمران ہیں، جو اپنے پیروکاروں کے دِلوں پر حکومت کرتے ہیں۔ ان کی

ہدایت حرفِ آخر سمجھی جاتی ہے اور اسماعیلی حضرات وخواتین (بلاچون وچرا) خود کو اس پر عمل کرنے کا مکلف سمجھتے ہیں۔

پرنس کریم نے اپنے دادا سر سلطان محمد شاہ آغا خان سوئم کی وفات کے بعد ان کی وصیت کے مطابق امامت کا منصب سنبھالا تھا، اس وقت ان کی عمر 21 سال تھی۔ دادا نے اپنے بیٹے کو نظر انداز کرتے ہوئے امامت اپنے پوتے کو منتقل کی تھی۔ آغا خان سوئم نے جب امامت سنبھالی تھی تو وہ آٹھ سال کے تھے۔ وہ کراچی میں پیدا ہوئے تھے۔ پرنس کریم نے دو شادیاں کیں، پہلی بیوی سے شادی کے 25 سال بعد طلاق کا اعلان کر دیا گیا، جبکہ دوسری شادی چھ سال قائم رہی۔ ان کا شمار دُنیا کے امیر ترین افراد میں ہوتا ہے۔ اسماعیلی کمیونٹی کی ایک بڑی تعداد برصغیر پاک وہند میں آباد ہوئی اور سر سلطان محمد شاہ سوئم نے اسلامیان ہند کی اجتماعی زندگی میں بھی سرگرم کردار ادا کیا۔ وہ آل انڈیا مسلم لیگ کے پہلے صدر منتخب ہوئے تھے اور انہی کی قیادت میں مسلمانوں کے ایک وفد نے برطانوی وائسرائے سے مل کر مسلمانوں کے لیے جداگانہ انتخابات کا اصول تسلیم کرایا تھا کہ اس کے بغیر منتخب اداروں میں مسلمان اپنی آبادی کے مطابق حصہ حاصل نہیں کر سکتے تھے۔ مخلوط انتخاب میں ان کی 25 فیصد آبادی، اپنی تعداد کے مطابق اپنے نمائندے منتخب نہیں کرا سکتی تھی، بلکہ یہ کہا جائے تو غلط نہیں ہوگا کہ مسلمان اُمیدوار اپنے انتخاب کے لیے اکثریت کے رحم وکرم پر تھے۔ آغا خان سوئم نے 1911ء میں علی گڑھ مسلم یونیورسٹی کے لیے کئی لاکھ روپے اکٹھے کیے، 1921ء میں انہیں اس یونیورسٹی کا وائس چانسلر مقرر کیا گیا۔ 1928-29ء میں وہ آل پارٹیز مسلم کانفرنس کے صدر رہے۔ وہ 72 سال کے تھے کہ ان کی پلاٹینم جوبلی منائی گئی اور ان کے پیروکاروں نے انہیں ہیروں اور سونے میں تولا۔ اس سونے اور ہیروں سے ایشیا اور افریقہ میں مختلف ادارے قائم کیے گئے، ہمارے شمالی علاقہ جات کو بھی وافر حصہ ملا۔

قیام پاکستان کے بعد اسماعیلی مسلک کے افراد نے پاکستانی معیشت کو مستحکم کرنے میں اہم کردار ادا کیا اور آج بھی ملک کے مختلف حصوں میں تعلیمی اور فلاحی سرگرمیاں ان کی مرہون منت ہیں۔ کراچی کا آغا خان ہسپتال نجی شعبے میں بین الاقوامی معیار کا منفرد مرکز صحت ہے۔ اسماعیلی کمیونٹی اپنے آپ کو سیاسی آلائشوں سے دور رکھتی اور اپنی پُرامن سرگرمیوں کی بنا پر مُلک ہی نہیں، دُنیا بھر میں خاص عزت اور وقعت کی حامل ہے۔ ایک پُرامن صلح کل اور ہر قسم کے تنازعات سے الگ رہنے والی کمیونٹی کو نشانہ کیوں بنایا گیا؟ اس حوالے سے مختلف اندازے لگائے جا رہے ہیں۔ حکومتی اور فوجی حلقوں میں یکسوئی پائی جاتی ہے کہ اس کے پیچھے (کسی نہ کسی طور) ''را'' کا ہاتھ ہے۔ وہ پاکستان کو عدم استحکام سے دوچار کرنا چاہتی ہے۔ کور کمانڈرز کے ایک اجلاس کے بعد واضح طور پر اس بھارتی ایجنسی کو دہشت گردی میں ملوث قرار دیا گیا۔ سیکرٹری خارجہ نے بھی کسی لگی لپٹی کے بغیر

''را'' کا نام لیا ہے اور کہا ہے کہ اس حوالے سے ثبوت بھارت کو پیش کیے جا چکے ہیں۔ وزیر اعظم نریندر مودی کے نیشنل سیکورٹی ایڈوائزر راجیت دول کی ایک تقریر سوشل میڈیا پر ایک عرصے سے گردش کر رہی ہے، جس میں انہوں نے پاکستان میں تخریبی کارروائیوں کا ''سہرا'' اپنے سر باندھا ہے۔ طالبان کی وارداتوں کا ''کریڈٹ'' بھی خود لینے کی کوشش کی ہے۔ بھارت اور پاکستان کے درمیان ماضی میں جو کچھ ہوتا رہا ہے، بنگلہ دیش کی تخلیق میں ''را'' نے جو کردار ادا کیا ہے، اب اس کا وہاں فخریہ اعتراف کیا جاتا ہے۔ یہ اور بات کہ بھارت میں دہشت گردی کی وارداتوں کے حوالے سے آئی ایس آئی کو مورد الزام ٹھہرایا جاتا ہے۔ گویا اپنی کارروائیوں کو جوابی (یا دفاعی) قرار دیا جاتا ہے۔ پاکستان میں فرقہ وارانہ یا کسی اور نام سے کی جانے والی وارداتوں میں خواہ کسی بھی تنظیم کا حوالہ آئے، ہر ایک کے پیچھے ''را'' کا ہاتھ ہوسکتا ہے کہ خفیہ ایجنسیاں کوئی بھی حربہ استعمال کر سکتی ہیں اور کسی کو بھی آلۂ کار بنا سکتی ہیں۔ عجیب بات یہ ہے کہ پاکستان میں جو مذہبی عناصر اپنے مخالف مسالک کو کافر قرار دے کر ان کا خون مباح قرار دے رہے ہیں، ان کے ہم خیال بھارت میں اپنے انہی مخالفوں کے ساتھ چین کی بانسری بجا رہے ہیں۔ اگر اسماعیلی یا ان کی طرح کا کوئی اور گروہ گردن زدنی ہے تو ایسا صرف پاکستان میں کیوں ہے؟ پاکستانی فتویٰ فروشوں کے بھارتی عزیز و اقارب اس کارِ بے خیر میں حصہ کیوں نہیں لے رہے؟ اس سے اندازہ ہوجاتا ہے کہ معاملہ مذہبی نہیں، کچھ اور ہے۔

الحمدللہ! پاکستانی معاشرے میں مختلف مسالک اور مکاتب فکر کے مسلمان ایک دوسرے کے ساتھ بخیر و خوبی زندگی گزار رہے ہیں۔ دہشت گردی کسی بھی آڑ میں کی جائے یہ دہشت گردی ہے اور اس پر پوری قوت اور شدت کے ساتھ وار کیا جانا چاہئے، جن مدرسوں یا مراکز سے کفر کے فتوے جاری کیے جاتے ہیں، ان کا سختی سے محاسبہ ہونا چاہئے۔ قانونی طور پر (کسی کلمہ گو کو) کافر قرار دینے کی سخت سزا مقرر کی جائے اور اس حوالے سے خفیف ترین حرکت کو بھی انتہائی سمجھ کر اس پر کاری ضرب لگائی جائے۔ یہاں یہ کہنا بھی ضروری ہے کہ دہشت گردی کی کسی بھی کارروائی پر بدحواس ہونے، اپنے منہ پر طمانچے مارنے اور اپنے کپڑے پھاڑنے کی ضرورت نہیں۔ انتظامیہ پر بہتری کے لیے دباؤ ڈالا جانا چاہئے لیکن اس کے (اور اپنے) حوصلے پست کرنے والی کسی زبان درازی کی اجازت نہیں دی جاسکتی۔ یہ دشمن کا راستہ ہموار کرنے کے مترادف ہے۔ اسماعیلی کمیونٹی نے اپنے امام کی ہدایت کے مطابق صبر و تحمل کا جو مظاہرہ کیا ہے اور جس پُرسکون انداز میں اپنے معمولات کو بحال کیا ہے، وہ پورے معاشرے کے لیے ایک مثال ہے۔ جو طاقت اور صلاحیت دہشت گردوں کے عزائم کو ناکام بنانے کے لئے استعمال ہونی چاہئے اُسے اپنے خلاف بھڑکانے سے بڑی حماقت کوئی اور نہیں ہوسکتی۔

(بشکریہ روزنامہ دنیا 7 مئی 2015ء، لاہور)

جاوید چوہدری

طفیلی پودے، یتیم کیڑے

وہ 965ء میں پیدا ہوا، بصرہ علم اور ادب کا گہوارہ تھا، بنو عباس کی حکومت تھی المقتدر خلیفہ تھا، مکتب میں ابتدائی تعلیم حاصل کی، علماء کی قربت اختیار کی اور دربار تک پہنچ گیا، خلیفہ نے اسے وزیر بنالیا، وہ مذہبی کش مکش کا دور تھا، فرقے بن رہے تھے، فرقے ٹوٹ رہے تھے، دجلہ اور فرات کے کنارے مناظرے ہوتے تھے اور مہینوں چلتے تھے، وہ اس افراتفری کو دیکھتا رہا اور اس کے دل میں خانقاہوں، مذہبی بحثوں اور فرقہ وارانہ چپقلش کے خلاف نفرت پیدا ہوتی رہی، وہ کوئی ایسا کام کرنا چاہتا تھا جس سے انسانیت کی خدمت بھی ہو اور رہتی دنیا تک اس کا نام بھی قائم رہے مگر سسٹم موقع دینے کے لیے تیار نہیں تھا، وہ تنگ آ گیا، اس نے ایک دن رخت سفر باندھا اور عراق سے مصر آ گیا، وہاں اس وقت الحکم کی حکومت تھی، الحکم العزیز باللہ کے انتقال کے بعد گیارہ سال کی عمر میں بادشاہ بنا تھا، وہ ایک عجیب وغریب شخص تھا، وہ بیک وقت دانشور بھی تھا اور سنکی بھی۔ اس نے دنیا بھر کے عالم اور سائنسدان مصر میں اکٹھے کر لیے لیکن ساتھ ہی فوج کو ملک بھر کے کتے مارنے کا حکم دے دیا، وہ کتوں کی آواز سے الرجک تھا، اہلکاروں کو معمولی باتوں پر قتل کرا دیتا تھا، وہ قاہرہ پہنچا، الحکم نے اسے دریائے نیل پر ڈیم بنانے کی ذمہ داری سونپ دی، انجینئرز کی ٹیم بنائی اور نیل کے کنارے سفر شروع کر دیا، دریا کا جائزہ لیا اور وہ اس نتیجے پر پہنچا ''ہمارے پاس کوئی ایسی ٹیکنالوجی نہیں، ہم جس کے ذریعے اتنا بڑا ڈیم بنا سکیں، یہ منصوبہ مصر کو معاشی طور پر تباہ کر دے گا، وہ واپس دربار میں آیا اور اپنی ناکامی تسلیم کر لی، بادشاہ ناراض ہو گیا، بادشاہ کی ناراضی کا ایک ہی مطلب ہوتا تھا! موت۔ بادشاہ نے اس کی گردن مارنے کا حکم دے دیا لیکن وہ حکم کی بجا آوری سے پہلے اٹھا اور دیوانہ وار ناچنا شروع کر دیا، وہ ناچتا جاتا تھا اور اپنے کپڑے پھاڑتا جاتا تھا، وہ اول فول بھی بک رہا تھا، بادشاہ نے طبیب بلائے، طبیبوں نے اسے پاگل قرار دے دیا، بادشاہ نے اپنا فیصلہ واپس لیا اور اسے تامرگ ''ہاؤس اریسٹ'' کی سزا دے دی یوں وہ شخص جس نے آنے والے زمانے میں سائنس کا پورا قبلہ تبدیل کر دیا، جو نہ ہوتا تو شاید آج دنیا میں کیمرہ ہوتا، دوربین ہوتی، مائیکروسکوپ ہوتی، عینک ہوتی اور نہ ہی آنکھ کا آپریشن ہوتا اور یہ بھی ممکن تھا، ہم آج تک روشنی اور سائے کے تمام بھیدوں سے ناواقف ہوتے اور یہ بھی ہوسکتا تھا ہم آج بھی اس دور میں زندہ ہوتے جس میں انسان یہ سمجھتا تھا ''روشنی ہماری آنکھ سے نکلتی ہے، یہ باہر سے آنکھ میں داخل نہیں ہوتی'' اور یہ بھی

ہوسکتا تھا ہم آج بھی اندھوں کو خدائی سزا وار سمجھ کر آنکھوں کی بیماریوں کو ناقابل علاج سمجھ رہے ہوتے، ہم آج جہاں ہیں یہ سب اس کی محنت کا نتیجہ تھا، وہ ہمارا محسن تھا۔

ہم قصے کی طرف واپس آتے ہیں، بادشاہ کے حکم سے اسے الازہر مسجد کے قریب گھر میں قید کردیا گیا، اس نے خدا کا شکر ادا کیا اور اس چھوٹے سے گھر میں کام شروع کردیا، وہ 1021ء تک اس گھر میں قید بھی رہا اور پاگل بھی رہا یہاں تک کہ خلیفہ الحکم کا انتقال ہوگیا۔ خلیفہ کی تدفین کے بعد اس کے گھر کا دروازہ کھولا گیا تو وہ اس وقت تک 92 سائنسی مضامین لکھ چکا تھا اور دوسو کے قریب عظیم ایجادات کی بنیاد رکھ چکا تھا، ان ایجادات میں سات جلدوں پر مشتمل وہ کتاب ''کتاب المنظر'' بھی شامل تھی جس نے دنیا کو پہلی بار بتایا روشنی آنکھ میں باہر سے داخل ہوتی ہے، جس نے دنیا کو عدسے، آئینے، عکس، روشنی اور رنگوں کی جادوگری کا کھیل سمجھایا، جس نے دنیا کو بتایا دوربین بھی بنائی جاسکتی ہے، جس نے بتایا، روشنی سفر کرتی ہے اور اس کی باقاعدہ ایک رفتار ہوتی ہے، اس میں توانائی کے ایٹم ہوتے ہیں اور یہ ایٹم سیدھے سفر کرتے ہیں اور جس نے دنیا کو بتایا کہ کیمرہ بھی بنایا جاسکتا ہے اور آپ مناظر کو اپنے پاس محفوظ بھی کرسکتے ہیں وہ پاگل ہاؤس اریسٹ سے باہر نکلا تو دنیا کو چاند اور سورج کے گرہن کی سائنسی سمجھ آئی، ستاروں اور سیاروں کا کھیل (علم نجوم) سمجھ آیا، ٹیلی سکوپ اور مائیکروسکوپ کی بنیاد پڑی اور عمل ردعمل کا وہ اصول سمجھ آیا جس پر کام کرکے نیوٹن نے اپنے پہلے قانون کی بنیاد رکھی، وہ دنیا کا پہلا انسان تھا جس نے آنکھ کی ہیئت سمجھی اور سمجھائی، جس نے بتایا آنکھ کے تین حصے ہوتے ہیں، لینس، راٹینا اور قرینہ آنکھ کے ان تین حصوں کی دریافت نے آنکھ کی سرجری کی بنیاد بھی رکھی اور عینک بھی بنائی، دنیا میں پچھلے ہزار برسوں میں آنکھ کے جتنے آپریشن ہوئے، جتنے لوگوں کی آنکھوں کا کھویا نور واپس آیا، وہ سب اس کے شکر گزار ہیں، وہ پاگل کتنا بڑا آدمی تھا، آپ یہ جاننے کے لیے انٹرنیٹ پر جائیے اور ہزار سال میں اس پر ہونے والی ریسرچ پڑھیے، آپ کو پوری سائنس اس کے سامنے ہاتھ جوڑ کر بیٹھی نظر آئے گی، وہ شخص، جی ہاں اس کا نام ابوعلی الحسن بن حسین ابن الہیثم تھا۔

ابن الہیثم کو دنیا سے گزرے ہزار برس ہوگئے ہیں، ہم نے ان ہزار سالوں میں الحکم جیسے سینکڑوں ایسے بادشاہ پیدا کئے جو ابن الہیثم جیسے ٹیلنٹڈ لوگوں کو پاگل قرار دیتے رہے، ان کے سر اتارتے رہے لیکن ہم نے ابن الہیثم جیسا کوئی دوسرا سائنسدان پیدا نہیں ہونے دیا، دنیا میں ہر سال 70 لاکھ لوگ اندھے پن کا شکار ہوتے ہیں، دنیا کو ابن الہیثم نے 1021ء میں بتایا، اندھے پن کی 90 فیصد وجہ ''قرنیہ'' ہوتا ہے، ہم قرینے کی سائنس پر توجہ دیں تو اندھا پن ختم ہوجائے گا، دنیا ہزار سال سے ابن الہیثم کی لائین پر کام کررہی ہے، یہاں تک کہ تین ہفتے قبل چین کے ایک سائنسدان نے مصنوعی قرینہ ایجاد کرلیا، یہ ایک عظیم سائنسی ایجاد ہے، اس انقلاب کے بعد دنیا کے 50 فیصد اندھوں کی بینائی لوٹ

آئے گی، ایک پرتگالی نیورلوجیسٹ Joao lobo antune نے مصنوعی آنکھ بھی بنالی، یہ آنکھ بائیونک ٹیکنالوجی سے بنائی گئی اور یہ نابیناؤں کے دماغ کے پردے پر الیکٹرانک سرکٹ اور انفراریڈ شعاعوں کے ذریعے ایسی تصویر بنائے گی جس سے وہ عام انسانوں کی طرح دیکھ سکیں گے، یہ تصور بھی ابن الہیثم نے دیا تھا، امریکا کی ایک کمپنی Abiomedine نے مصنوعی دل تیار کرلیا، یہ دل جولائی 2001ء میں سینٹ لوئس ہسپتال میں مریض کے جسم میں لگایا گیا، یہ دل پندرہ برسوں سے نارمل دلوں کی طرح کام کررہا ہے، اس دل کے لیے ٹیوبز اور لائینز تک کی ضرورت نہیں پڑتی، یہ ہارٹ سرجری اور جگر کی پیوندکاری کے بعد دنیا کا بڑا طبی انقلاب ہے، یہ تصور بھی ابن الہیثم نے دیا تھا، اس نے 1021ء میں دعویٰ کیا تھا، دنیا میں ایسا وقت آئے گا جب انسان جسم کے سارے اعضاء بنالے گا، امریکی سائنسدان Dr. Kenneth Matsumara نے 2001ء میں مصنوعی جگر تیار کیا، ٹائم میگزین نے اسے 2001ء میں دنیا کی بہترین ایجاد قرار دیا، 2015ء میں اس مصنوعی جگر میں ایک نئی بریک تھرو ہوئی، یہ بریک تھرو آنے والے دنوں میں طبی دنیا میں بھونچال مچادے گی، یہ جگر جس دن مارکیٹ میں آجائے گا اس دن لیور ٹرانسپلانٹ کی ضرورت نہیں رہے گی David Gow نام کے ایک سائنسدان نے جولائی 2007ء میں دنیا کا پہلا ''بائیونک ہینڈ'' بنالیا، یہ مشینی ہاتھ ہے، یہ ہاتھوں سے محروم لوگوں میں لگایا جائے گا اور یہ دماغ سے باقاعدہ سگنل لے کر عام لوگوں کے ہاتھوں کی طرح کام کرے گا، یہ ہاتھ 2015ء میں باقاعدہ مارکیٹ ہوجائے گا اور خون انسانی جسم کا اہم ترین جزو ہے، یہ چار اجزاء کا مرکب ہوتا ہے، سرخ خلئے، سفید خلئے پلازما اور پلیٹ لیٹس، یہ جسم کو آکسیجن، توانائی اور قوت مدافعت دیتا ہے، دنیا میں 1600ء سے مصنوعی خون پیدا کرنے کی کوششیں ہورہی ہیں، سائنسدانوں نے 2015ء میں ''متبادل خون'' بنالیا، یہ خون حادثوں کے بعد مریض کو دیا جائے گا تاکہ اسے ہسپتال تک پہنچایا جاسکے، یہ سارے تصورات اس ابن الہیثم نے پیش کیے جسے پاگل قرار دے کر گھر میں بند کردیا گیا تھا۔

دنیا میں اس وقت ایک ہزار شعبے ہیں اور ان ہزار شعبوں میں ہزاروں لاکھوں بریک تھرو ہورہی ہیں مگر بدقسمتی سے یہ تمام بریک تھرو ابن الہیثم کی قوم کے دائیں بائیں ہورہی ہیں، کیوں؟ کیونکہ ابن الہیثم کی قوم ہزار سال پہلے ایسی ایجادات کو صرف پاگل پن قرار دیتی تھی، تاریخ میں ہزار سال پہلے ابن الہیثم جیسے لوگ پاگل بن کر سزا سے بچ جاتے تھے لیکن آج ابن الہیثم کی قوم ایسی ''گستاخیوں'' پر ابن الہیثم جیسے لوگوں پر کفر کا فتویٰ لگاتی ہے، اسے سرے عام قتل کرتی ہے اور اسلامی دنیا کی کوئی حکومت، کوئی عدالت قاتلوں کا ہاتھ نہیں روک سکتی، آپ اندازہ لگایئے، ہم نے ہزار سال میں کتنی ترقی کی؟ ہم پاگل پن سے قتل تک پہنچ گئے، آپ ٹھنڈے کمرے میں بیٹھ کر ٹھنڈے دل سے سوچئے، کیا سائنس اور ٹیکنالوجی کفر ہے؟ کیا یہ مادیت ہے؟ اور کیا یہ بندے کو خدا سے دور لے جاتی ہے؟ مجھے یقین ہے آپ کا دل جواب دے

گا، نہیں، ہرگز نہیں! یہ اللہ تعالیٰ کی بخشی ہوئی عقل کے معجزے ہیں اور یہ معجزے ہمارا اللہ تعالیٰ کی کبریائی پر ایمان مضبوط بناتے ہیں، ٹیکنالوجی صرف ہماری معاون ہے، یہ خدا نہیں ہوتی، ہم اگر ابن الہیثم کی طرح اللہ پر پختہ ایمان رکھیں، اس سے رحم اور رہنمائی طلب کریں اور اس کے بعد اللہ کی بخشی عقل اور علم سے استفادہ کریں اور ابن الہیثم کی طرح دیوانہ وار کام کریں، ہم بھی اللہ کے بندوں کی زندگی آسان بنائیں تو ہم بھی دکھی انسانوں کے مددگاروں میں شامل ہو جائیں گے، ہم بھی ابن الہیثم کی طرح انسانیت کے محسن کہلائیں گے لیکن ہم نے بدقسمتی سے شکر، محنت اور مدد کا راستہ چننے کی بجائے داعش کا راستہ چن لیا اور ہم ابن الہیثم کی بجائے ابوبکر بغدادی بن گئے، ہم کیسے لوگ ہیں، ہم ہزار سال سے طفیلی پودوں او رپیتم کیڑوں جیسی زندگی گزار رہے ہیں، ہم دوسروں کی ریسرچ کا خون چوستے ہیں اور خود کو دنیا کی عظیم ترین قوم کہتے ہیں، ہمیں کب شرم آئے گی، ہم کب جاگیں گے اور ہم کب انسان بن کر انسانی زندگی گزاریں گے، اے ابن الہیثم ہمیں گائیڈ کرو آپ جہاں بھی ہو، ہماری رہنمائی کرو کیونکہ تمہاری قوم نے تمہیں بھی فراموش کر دیا اور تمہارے رب کو بھی۔

(بشکریہ روزنامہ ایکسپریس، مورخہ 31 مئی 2015)

☆......☆......☆

ملتان کے احباب کے لیے ضروری اطلاع

اب طلوع اسلام کی تمام بکس اور ''طلوع اسلام'' میگزین
مندرجہ ذیل پتہ پر مل سکتا ہے

ملک محمد صفدر ایڈووکیٹ نمبر 54 محمڈن بلاک ضلع کچہری۔ ملتان فون نمبر: 0334-6093266

ضرورت رشتہ

ایک بیٹی عمر 24 سال، تعلیم ڈاکٹر آف فارمیسی، گولڈ میڈلسٹ، ایم فل میں زیر تعلیم، فارماسوٹیکل انڈسٹری میں آن جاب، قرآنی گھرانا سے تعلق ہے، کے لیے ڈاکٹر، انجینئر یا بیرون ملک مناسب وموزوں رشتہ درکار ہے۔ برائے رابطہ: 0321-6627559
Email: muhammadimranmian@yahoo.com

باب المراسلات

محترم جناب ایڈیٹر صاحب ماہنامہ طلوعِ اسلام، لاہور

السلام علیکم! قرآن کریم کی آیت 22/78 میں ہے کہ--- مِلَّةَ اَبِيْكُمْ اِبْرٰهِيْمَ ۭ هُوَ سَمّٰىكُمُ الْمُسْلِمِيْنَ ڏ ---یعنی (اور تمہارے لیے) تمہارے باپ ابراہیمؑ کا دین (پسند کیا) اُسی نے پہلے (یعنی پہلی کتابوں میں) تمہارا نام مسلم (مسلمان) رکھا۔ اور آیت 6/163 میں ہے کہ لَا شَرِيْكَ لَهٗ ۚ وَبِذٰلِكَ اُمِرْتُ وَاَنَا اَوَّلُ الْمُسْلِمِيْنَ یعنی جس کا کوئی شریک نہیں اور مجھ کو اسی بات کا حکم ملا ہے اور میں اوّل مسلم (مسلمان فرمانبردار) ہوں۔ اس سے خوب واضح ہے کہ نبی کریم ﷺ کے ہر امتی کا نام اور پہچان صرف اور صرف مسلم (مسلمان) ہے نا کہ شیعہ یا سنی وغیرہ، یہی وجہ ہے کہ روزنامہ نئی بات لاہور مورخہ 22 مئی 2015ء میں منصور احمد بٹ کی کتاب ''انسائیکلو پیڈیا قائداعظمؒ'' سے دیئے گئے اقتباس میں بتایا گیا ہے کہ ''فاضل عدالت نے کہا کہ کسی بھی مسلمان کے لیے شیعہ یا سنی ہونا ضروری نہیں ہے۔ عدالت نے مزید کہا کہ ریکارڈ پر موجود شہادت سے پتہ چلتا ہے کہ قائداعظمؒ اور محترمہ فاطمہ جناح دونوں نے یہ کہا تھا کہ وہ نہ شیعہ ہیں اور نہ سنی اور صرف اور صرف سادہ مسلمان ہیں اور یہ کہ کسی مخصوص مکتبِ فکر کی عدم موجودگی میں وہ قرآن میں بتائے گئے خالص مسلم لاء کے تحت زندگی بسر کریں گے۔''

اس لیے ضروری ہے کہ ہر مسلمان اپنے آپ کو شیعہ یا سُنّی کہلانے کی بجائے صرف اور صرف مسلم (مسلمان) کہلائے تا کہ فرقہ واریت ختم ہو سکے اور اتحادِ اُمت پیدا ہو۔ مذکورہ بالا اقتباس لفظ بلفظ نقل کر دیا گیا ہے:

قائداعظم کی مسلمان کہلانے کو ترجیح:

قائداعظمؒ فرقہ واریت کو قطعی ناپسند کرتے تھے اور خود کو کسی فرقے سے منسلک ہونے کی بجائے مسلمان کہلانے کو ترجیح دیتے تھے۔ اس ضمن میں 11 اپریل کو سندھ ہائی کورٹ کے ڈویژن بنچ نے 1971ء میں حسین جی ولی جی کے دائر کردہ

مقدمہ پر جسٹس ظفر حسین مرزا کے فیصلے کو رد کر دیا جو انہوں نے 1976ء میں سندھ ہائی کورٹ کے جج کی حیثیت میں دیا تھا۔

ڈویژن بنچ نے جسٹس ظفر حسین مرزا کے فیصلے کے خلاف اپیل کی سماعت کرتے ہوئے کہا:

قائداعظمؒ کے بارے میں فرقہ وارانہ عقائد کا حوالہ قطعی غلط اور غیر متعلق ہے کیونکہ اس ضمن میں جناب جسٹس عبدالقادر شیخ پہلے ہی فیصلے دے چکے ہیں کہ قائداعظمؒ حقیقی مسلمان تھے، وہ کسی قسم کے فرقہ وارانہ عقائد کے حامل نہ تھے اور قرآن کریم اور رسول کریم ﷺ کا اتباع کرتے تھے۔

فاضل عدالت نے یہ فیصلہ ڈپٹی اٹارنی جنرل آف پاکستان مسٹر لیاقت مرچنٹ، مسٹر عزیز بھٹی اٹارنی جنرل آف پاکستان، مسٹر اکبر مرزا اور شیریں جناح میڈیکل ٹرسٹ کی جانب سے پیروی کرنے والے وکیل اشرف فریدی کے دلائل سننے کے بعد دیا۔ عدالت نے اپنے فیصلے میں کہا ہے کہ عدالت تاریخ اسلام کے ابتدائی ڈیڑھ سو سالوں کو نظرانداز نہیں کر سکتی، اس دوران میں فرقے نہ تھے اور فقہ کے چار مکاتب حنفی، مالکی، شافعی اور حنبلی کی بنیادیں دوسری صدی ہجری میں پڑی تھیں جبکہ سنی عقائد کے بارے میں کتابوں کی تالیف چوتھی اور پانچویں صدی ہجری میں عمل میں آئی۔

فاضل عدالت نے کہا کہ کسی بھی مسلمان کے لیے شیعہ یا سنی ہونا ضروری نہیں ہے۔ عدالت نے مزید کہا کہ ریکارڈ پر موجود شہادت سے پتہ چلتا ہے کہ قائداعظمؒ اور محترمہ فاطمہ جناح دونوں نے یہ کہا تھا کہ وہ نہ شیعہ ہیں اور نہ سنی اور صرف اور صرف سادہ سے مسلمان ہیں اور یہ کہ کسی مخصوص مکتب فکر کی عدم موجودگی میں وہ قرآن میں بتائے گئے خالص مسلم لاء کے تحت زندگی بسری کریں گے۔

(منصور احمد بٹ کی کتاب ''انسائیکلوپیڈیا قائداعظمؒ '' سے اقتباس)

☆......☆......☆

حُسنِ کائنات

''ہر چیز کی پانی کی ضرورت پوری کر دیں حُسنِ کائنات میں اضافہ ہوگا''

(باغبان ایسوسی ایشن)

ڈاکٹر انعام الحق

باب المراسلات

طلوع اسلام کے مقاصد پر ایک بحث

میں نے فیس بک (سوشل میڈیا) پر طلوع اسلام کے مقاصد درج کر کے اصحاب سے فرمائش کی کہ وہ ان پر تنقیدی نظر ڈالتے ہوئے جو اعتراضات ان کے دِل کے اندر پیدا ہوں، ان سے مطلع کر کے ہماری راہنمائی فرمائیں تا کہ ضرورت محسوس ہونے پر ان میں تصحیح لائی جا سکے۔ مجھے خوشی ہوئی کہ توقعات سے بڑھ کر احباب کی بہت بڑی اکثریت نے ان مقاصد کو سراہتے ہوئے اسے مزید احباب میں شیئر بھی کیا۔

ایک آدھ لوگوں نے معمولی سے اعتراضات کئے لیکن جواب پا کر تشفی ہو گئی۔ اِن میں البتہ دو اعتراضات طویل شکل میں کئے گئے جن کو جن کو طوالت کے باعث درج کرنا ممکن نہیں ہے۔

اِن جیسے جو متن سے ہٹ کر اِدھر اُدھر سے لے کر جن اعتراضات کی لسٹ مرتب کی جاتی رہی ہے، وہ علمی مباحث بننے کی جگہ مناظرہ کا دستور العمل ہے۔ محترم پرویز صاحب ایسی مناظرہ ٹائپ گفتگو میں الجھنے سے گریز ہی کرتے رہے ہیں۔

اِسی قسم کے لگائے گئے اعتراضات محترم پرویز صاحب اور طلوع اسلام پر کفر کا فتویٰ صادر کرتے ہوئے اس وقت کے مفتی اعظم محترم محمد شفیع کی سرکردگی میں لگائے گئے تھے۔ میں سمجھتا ہوں کہ یہاں تحقیق کے اصولوں کی مطابقت میں بہتر یہی ہوگا کہ دونوں کا موقف انہی کی زبانی سامنے لایا جائے جس سے آپ کو مکتوب میں اٹھائے گئے بنیادی سوالوں کا جواب بھی مل جائے گا۔

اب ہم شق وار الزامات اور ان پر محترم پرویز صاحب کا اپنا تحریری موقف بیان کر رہے ہیں جو انہوں نے اپنے خط فتوی کے مصنف بنام محترم مولانا محمد شفیع میں لکھا ہے، اور اپنے جواب میں جامع اور مانع موقف بیان کر کے کفریہ فتاوٰی کی گنجائش کا ہمیشہ کے لئے خاتمہ کر دیا۔

(1) علما کا فتوٰی/ الزام:

غلام احمد پرویز شریعت محمدیہ کی رو سے کافر ہے اور دائرہ اسلام سے خارج، نہ اس شخص کے عقدِ نکاح میں کوئی مسلمان عورت رہ سکتی ہے اور نہ کسی مسلمان عورت کا نکاح اس سے ہوسکتا ہے، نہ اس کی نمازِ جنازہ پڑھی جائے گی، نہ مسلمانوں کے قبرستان میں اس کا دفن کرنا جائز ہوگا، اور جب یہ مرتد ٹھہرا تو پھر اس کے ساتھ کسی قسم کے اسلامی تعلقات رکھنا شرعاً جائز نہیں ہیں۔

محترم غلام احمد پرویز کی مکتوب میں اپنے موقف کی وضاحت:

''سرِ دست میں اتنا عرض کر دینا کافی سمجھتا ہوں کہ قرآن کریم نے اس شخص کو مومن کہا ہے:

مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَالْمَلٰٓئِكَةِ وَالْكِتٰبِ وَالنَّبِيّٖنَ ۔(2:177)

میں ان تمام امور پر ان تصریحات کے مطابق جو قرآن کریم میں مذکور ہیں ایمان رکھتا ہوں۔ میں نبی اکرم ﷺ کو خدا کا آخری نبی اور رسول اور قرآن کریم کو تمام نوعِ انسان کے لئے ضابطہ حیات مانتا ہوں۔ ارکان اسلام (نماز، روزہ، وغیرہ) کے متعلق میرا مسلک یہ ہے کہ امت کے مختلف فرقے انہیں جس جس طریق سے ادا کرتے چلے آ رہے ہیں، کسی شخص کو حق حاصل نہیں کہ ان میں کوئی ردو بدل کرے۔ یا کوئی نیا طریق وضع کرے۔

(2) علما کا فتویٰ/ الزام:

مرکزِ ملت کے تصور کے ضمن میں محترم پرویز نے لکھا ہے کہ:

1۔قرآن کریم میں جہاں بھی ''اللہ و رسول'' کا نام آیا ہے، اس سے مراد مرکزِ ملت ہے۔

2۔ جہاں اللہ و رسول کی اطاعت کا ذکر ہے اس سے مراد ''مرکزی حکومت کی اطاعت'' ہے۔

3۔ مرکز ملت کو اختیار ہے کہ وہ عبادات، نماز، روزہ، معاملات، اخلاق غرض جس چیز میں چاہے ردو بدل کر دے۔

محترم غلام احمد پرویز کی مکتوب میں اپنے موقف کی وضاحت:

اطاعت خدا اور رسول کے متعلق جو کچھ میں کہتا ہوں وہ صرف یہ ہے کہ نبی اکرم ﷺ کی وفات کے بعد صورت یہ نہیں تھی کہ ہر شخص اپنے اپنے مفہوم کے مطابق خدا اور رسولؐ کی اطاعت کر لیتا تھا۔ اس کی صحیح شکل یہ تھی کہ حضورؐ کے بعد جو خلافت علیٰ منہاج نبوت قائم ہوئی تھی اس سے پوچھا جاتا تھا کہ فلاں معاملہ میں خدا اور رسولؐ کی اطاعت کس طرح کی جائے گی۔ جو فیصلہ وہاں سے ملتا اسے خدا اور رسولؐ کی اطاعت سمجھا جاتا۔ اسی سے وحدت امت قائم تھی۔ جب خلافت نہ رہی تو خدا اور رسولؐ کی اطاعت انفرادی طور پر ہونے لگی۔ اس سے امت میں افتراق پیدا ہوا۔

امت میں دوبارہ وحدت پیدا کرنے کی صورت یہ ہے کہ پھر سے خلافت علیٰ منہاج نبوت قائم کی جائے اور اس کے فیصلوں کے مطابق خدا اور رسولؐ کی اطاعت کی جائے۔ اسی خلافت کو بغرض اختصار، مرکز ملت یا اسلامی نظام سے تعبیر کیا جاتا ہے، اور میں اس کی بار بار وضاحت کر چکا ہوں۔ میں نہ ہر نظامِ حکومت کو اسلامی نظام کہتا ہوں اور نہ اس کے فیصلوں کی اطاعت کو خدا اور رسولؐ کی اطاعت۔ میرے نزدیک خلافت علیٰ منہاج نبوت کے علاوہ کوئی نظام اسلامی نہیں کہلا سکتا اور نہ اسے مرکز ملت کہا جا سکتا ہے۔

(3) علما کا فتویٰ/ الزام:

محترم پرویز کے نزدیک حدیث عجمی سازش ہے اور جھوٹ، جو مسلمانوں کا مذہب ہے۔

محترم غلام احمد پرویز کی اپنے مکتوب میں وضاحت:

''میں ہراس حدیث کوصحیح مانتاہوں جوقرآن کے خلاف نہ ہو یا جس میں نبی اکرم ﷺ یا صحابہ کبار رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی شان میں کوئی طعن نہ پایا جاتا ہو۔ میں صرف ان وضعی روایات کو، عجمی سازش'' سے تعبیر کرتا ہوں جن میں غیراسلامی معتقدات اور رسومات کواسلام کے لباس میں پیش کیا گیاہے۔''

(4) علما کا فتویٰ/ الزام:

1۔ چنانچہ لینن اور مارکس کا نظریہ حیات جوسراسر روحِ اسلامی کے منافی ہے۔اس کے نزدیک عین قرآنی نظریہ ہے۔

2۔اسی طرح ڈارون کا نظریہ ارتقا جس کوخود فضلا یورپ نے شدید اعتراضات کا نشانہ بنایا ہے اور جو اسلامی تعلیمات کے نصوص صریحہ کے بالکل منافی ہے۔اس کے نزدیک قرآنی نظریہ ہے۔

محترم غلام احمد پرویز کی اپنے مکتوب میں وضاحت:

''مجھے افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ میری تحریروں سے ایک ایک، آدھ آدھ فقرہ ادھرادھر سے اخذ کرلیا گیا ہے اور انہیں ''مکروہ اقتباسات'' کہہ کر پیش کردیا گیا ہے۔پھران منتشر ٹکڑوں سے جومفہوم مرتب کیا گیا ہے وہ بے حد غلط اور گمراہ کن ہے۔

جس لٹریچر کی بنا پر مجھے کافر قرار دیا جارہا ہے اس کے متعلق اتنا عرض کردینا کافی سمجھتا ہوں کہ اس وقت ملک میں ہزاروں تعلیم یافتہ نوجوان ایسے ہیں جواس لٹریچر کی بدولت اسلام کے گرویدہ ہیں۔اگر یہ لٹریچر ان تک نہ پہنچتا تو وہ کبھی کے مغربی مادیت یا روس کی کمیونزم کی آغوش میں جاچکے ہوتے۔اس لئے کہ مارکس کے نظریہ حیات اور ڈارون کے نظریہ ارتقا میں غیر قرآنی عنصر کی میں نے نشاندہی کرکے اسے عصرِ حاضر کے علم اور قرآن کی کسوٹی پر پورا نہ اترنے کی بنا پر اپنی تصانیف میں اس کا رد کیا ہے اور صحیح نظریہ سامنے لاکر پیش کیا ہے۔

(5) علما کا فتویٰ/ الزام

محترم پرویز کے نزدیک اللہ تعالیٰ کا کوئی خارجی وجود نہیں بلکہ وہ عبارت ہے ان صفات عالیہ سے جنہیں انسان اپنے اندر منعکس کرنا چاہتا ہے۔

غلام احمد پرویز کی اپنے مکتوب میں وضاحت:

اس فتویٰ میں جس میں محترم پرویز صاحب کو ذاتِ باری تعالیٰ کا منکر ٹھہرایا گیا ہے اس کے رد میں اپنی خصوصی کتاب ''من ویزداں'' کے حوالوں کے علاوہ دیگر گیارہ اقتباسات نقل کئے گئے ہیں۔ان میں ایک اقتباس ہم یہاں درج کررہے ہیں، جوان کی کتاب ''سلیم کے نام'' سے لیا گیا ہے۔

''لیکن دین (قرآن) خدا کے متعلق ایک جداگانہ تصورعطا کرتا ہے۔وہ کہتا ہے کہ خدا ذہن انسانی کا تراشیدہ نہیں بلکہ وہ خارج میں موجود ہے۔وہ اس وقت بھی موجود تھا جب کوئی تصور کرنے والا ذہن موجود نہیں تھا اور اس وقت بھی موجود ہوگا

جب کوئی تصور کرنے والا ذہن موجود نہیں ہوگا۔ وہ موجود ہے اور اپنی خصوصیات کے ساتھ موجود ہے۔ اس کی یہ خصوصیات (جنہیں صفات کہا جاتا ہے) مستقل بالذات اور موجود فی الخارج ہیں۔ (جلد دوم، صفحہ 7-8)۔

خدا کسی انسان کے ذہن کی تخلیق نہیں بلکہ ایک موجود فی الخارج ذات ہے جسے حقیقت مطلقہ کہا جاتا ہے۔ اس خدا کا تعارف ان صفات کی رو سے ہوتا ہے جو اس نے خود وحی کے ذریعے بیان کر دی ہیں۔ (ایضاً، صفحہ 36)۔

محترم پرویز صاحب کا اپنے مکتوب میں مفتی محمد شفیع مرحوم کو مخلصانہ مشورہ۔

اگر آپ ایک مخلصانہ مشورہ پر غور کرنے کے لئے تیار ہوں تو میں عرض کروں گا کہ اگر آپ فتاویٰ صادر کرنے کی اہم ذمہ داری سے سبکدوش ہو جائیں تو آپ کے لئے بہت اچھا ہوگا۔ اس لئے کہ اس قسم کے فیصلے دینے کے لئے جس قسم کی تحقیق اور کاوش کی ضرورت ہوتی ہے وہ (معاف بفرمائید) آپ کے بس کی بات نہیں اور دوسروں کی تحقیق جس قدر قابلِ اعتماد ہوتی ہے اس کا نمونہ آپ اوپر دیکھ چکے ہیں۔ آپ کو یاد ہوگا کہ تقسیم سے پہلے آپ نے یہ فتویٰ دیا تھا کہ عبادات کے لئے لاؤڈ اسپیکر کا استعمال ناجائز ہے۔ اس فیصلہ تک پہنچنے کے لئے آپ نے لکھا تھا کہ، آپ نے اس کے متعلق الیگزنڈر ہائی سکول بھوپال کے سائنس ماسٹر برج نندن لال صاحب سے دریافت کیا تھا اور انہوں نے کہا تھا کہ برقی قوت کی وجہ سے میں تو کم از کم یہ ماننے میں تامل کرتا ہوں کہ اصل آواز ہے اور اس کا انکار بھی مجھ سے ممکن نہیں کہ ثبوت مشکل ہے۔

اس تحقیق کی بنا پر آپ نے لاؤڈ اسپیکر کے استعمال کو شرعاً ناجائز قرار دے دیا تھا۔ اب اسی لاؤڈ اسپیکر کو آپ سمیت تمام علمائے کرام بلا تامل استعمال کرتے ہیں۔

محترم پرویز صاحب نے کچھ الزامات پر اپنا مختصر سا موقف فتویٰ کے مصنف کو خط کی شکل میں واضح کرتے ہوئے جواب (Response) کی صورت میں عندالضرورت باقی کی تحقیقات کی اسی طرح نقاب کشائی کرنے کا وعدہ کیا۔ شاید اسی لئے انہوں نے جواب دینے سے گریز کرنے ہی میں مصلحت سمجھی۔

مجھے حیرت کے ساتھ خوشی بھی ہوئی کہ محترم پرویز کے موقف کو خود ان کی زبان سے سن کر سوشل میڈیا کے اصحاب نے محترم پرویز صاحب پر علما کی طرف سے لگائے گئے الزامات کا اپنی طرف سے دفاع کرنے میں کوئی کسر نہ چھوڑی۔

علما کی طرف سے محترم پرویز صاحب کے مکتوب کا جواب نہ دینے پر انہوں نے مکتبِ ملا کو بھی آڑے ہاتھوں لے کر اپنی مایوسی کا اظہار کرنے میں بھی بخل سے کام نہیں لیا۔ ان کی طرف سے بار بار تقاضے ہو رہے تھے کہ ان کی محترم پرویز صاحب کی فکر سے مزید آگاہی کی طرف راہنمائی کی جائے۔

میں اپنی طرف سے خصوصاً کمپیوٹر میں جہاں ان کے دروس اور لٹریچر سے راہنمائی حاصل ہوسکتی تھی، ان کی نشاندہی کرتا رہا۔ مجھے امید کہ ہمارا ادارہ ان سب کی up to date راہنمائی کا بہتر انداز میں کوئی طریقِ کار جلد سامنے لے آئے گا۔

پمفلٹس --- PAMPHLETS

ادارہ طلوع اسلام دینی موضوعات پر پمفلٹس شائع کرتا رہتا ہے

فی پمفلٹ قیمت 10 روپے علاوہ ڈاک خرچ

اسلام آگے کیوں نہ چلا	قرآن مجید کے خلاف گہری سازش	دوقومی نظریہ
اسلام کیا ہے؟	قربانی	عورت قرآن کے آئینے میں
اسلام ہی کیوں سچا دین ہے؟	قیامت موجود	پاکستان کی نئی ''زیارت گاہیں''
اسلام اور مذہبی رواداری	قوموں کی تعمیر فکر سے ہوتی ہے ہنگاموں سے نہیں!	کیا تمام مذاہب یکساں ہیں؟
کیا اسلام ایک چلا ہوا کارتوس ہے؟	قوموں کے تمدن پر جنسیات کا اثر	تحقیق ربوٰ (مسئلہ سود)
اسلامی قانون کی اصل و بنیاد کیا ہے؟ (مغربی پاکستان ہائیکورٹ کا فیصلہ)	ہماری نمازیں اور روزے بے نتیجہ کیوں ہیں؟	کیا قائداعظمؒ پاکستان کو سیکولر سٹیٹ بنانا چاہتے تھے؟
اسلامی آئیڈیالوجی	ہندو کیا ہے؟	بنیادی حقوق انسانیت اور قرآن
اسلام اور پاکستان کے خلاف گہری سازش (20 روپے علاوہ ڈاک خرچ)	ہیں کواکب کچھ نظر آتے ہیں کچھ (قرآنی اصطلاحات کی تشریح)	تکذیب دین کون کرتا ہے اور مصلّی کسے کہتے ہیں
اسلامی مملکت کے سربراہ کی معاشی ذمہ داریاں	ہماری تاریخ میں کیا ہے؟	روٹی کا مسئلہ
اسلامی قانون سازی کا فریضہ (بال سے باریک تلوار سے تیز)	ہم میں کیریکٹر کیوں نہیں؟	جو ہو ذوق یقین پیدا تو کٹ جاتی ہیں زنجیریں
انسانیت کا آخری سہارا	ہم عید کیوں مناتے ہیں؟	نماز کی اہمیت
اے کشتۂ سلطانی وملائی و پیری	مقام اقبالؒ	ضبطِ ولادت (خاندانی منصوبہ بندی)
اقبال کا مردِ مومن	مقام محمدی صلی اللہ علیہ وسلم	علماء کون ہیں؟
اندھے کی لکڑی	مرزائیت اور طلوع اسلام	فرقے کیسے مٹ سکتے ہیں
آرٹ اور اسلام	ماؤزے تنگ اور قرآن	کافرگری
قرآن کا معاشی نظام	مومن کی زندگی	حرام کی کمائی
قرآن کا سیاسی نظام	جہاں مارکس ناکام رہ گیا	عالمگیر افسانے

Surah *'Abasa*(عَبَسَ)–*Durus-al-Qur'an Parah 30*: Chapter 8

By G. A. Parwez

(Translated by: Dr. Mansoor Alam)

My dear friends, today is July 6, 1984and today's lecture starts with Surah *'Abasa*(عَبَسَ): (80:1).

The biggest roadblock in the understanding of the Quran isthe idea of reason for revelation (شانِ نزول): Event-basedrevelation

(80:1-2) عَبَسَ وَتَوَلّٰٓى ۙ اَنْ جَآءَهُ الْاَعْمٰى ۙ – He frowned and turned away because the blind man approached him![Asad].This is what the Quran says. I will explain this later but let us consider an important point which came several timesbefore but I want to repeat it again here because of its fundamental importance. Whatever roadblocks that were deliberately put in the path of the Quran, one of them is this idea of event-based revelation or the idea of reason for revelation (شانِ نزول). You pick up any translation or interpretation of the Quran you will find mentioned thereineventsthat led to the revelation of verses of the Quran.

What is this idea of event-based revelation orشانِ نزول? I just mentioned theobstructions that were erected in the path of the Quran;andone of the biggest obstructions is this very idea of *reason for revelation* (شانِ نزول) – or event-based revelation. It is not difficult to see that this idea makes Allah's revelation subject to human circumstances.

My dear friends,Allah's revelations (وحی) ended with Prophet Muhammad (PBUH)according to a master Divine plan. Allah completed His *Deen*– His Divine code of life –in the Quran. He gave His ultimate guidance to humanity in the Quran. This complete guidance is such that no aspect of life has been left incomplete in it;it is notdeficient;nor is it in need of any improvement. This guidance is not limited to a particular time or place. Whatever problems humanity was to face until the Day of Judgment – the complete guidance for it *has*been given in the Quran. And, after giving His Quran, the ultimate guidance to humanity, Allah then ended this chain of sending messengers to humanity because whatever messages were needed to be given was already given to humanity by the last messenger in the form of the Quran. This whole chain of sending messengers and guidance to humanity was done according to a Divine plan that reached its completion and conclusion with Prophet Muhammad (PBUH). Thus the Book of ultimate guidance that he brought, the Quran, remains the complete and unchangeable guidance to humanity for all times until the Day of Judgment. But then the idea of conditional or circumstantial or

event-based revelation called *Shaan-e-Nuzool* (شانِ نزول)was invented: that when such and such events occurred with so and so then a revelation came down from Allah to the Prophet (PBUH) toansweraquestionor to give a decision about an issue. For example, Omar (R) complained to the Prophet (PBUH) that women were going out without hijab and that this was inciting vulgarity from bad people. When Prophet (PBUH) heard this complaint then a revelation came down from Allah regarding hijab. I am giving just one illustrative example but there is *Shaan-e-Nuzool* (شانِ نزول)mentioned with every verse of the Quran.

Allah's revelation is not subject to circumstances and events

My dear friends, please think about this event-based revelation or circumstantial revelation or what is popularly known as*Shaan-e-Nuzool* (شانِ نزول). Thisis an extremelyimportant point. We are coming to the end of our lecture series. What conclusions could we derive from this? Well, one obvious conclusion from this idea of event-based revelation or*Shaan-e-Nuzool* (شانِ نزول) is that if an event did not occur then Allah did not send His revelation. This means that Allah did not send His revelation according toHis divine plan but according to certain circumstances and random events that occurredduring the life of the Prophet (PBUH).

My dear friends, whatever history of past nations and their messengers the Quran has described, but one thing it makes absolutely clear: itsoverallgoalis *not*based onrandom events or circumstancesor *Shaan-e-Nuzool* (شانِ نزول).The Quran gives history of past nations to highlight the workings of its eternal principlesand to emphasize the goal of its *Deen*.Ithas described the condition and the state of those nations so that we can learn from their history and deduce the underlying principles and valuesfrom their history for our own good. But these Imams focused their attention on the events themselves rather than paying attention on the underlying principles; and they tried to come up with their own description which they called*Shaan-e-Nuzool* (شانِ نزول) or reason for revelation about which the Quran saysabsolutely nothing. This idea of*Shaan-e-Nuzool* (شانِ نزول) rendersthe Quran incomplete,which needs to be completed by external sources!

My dear friends, let me repeat once again that if we accept the idea of *Shaan-e-Nuzool* (شانِ نزول) then the only conclusion we can arrive at is this: if an event did not occur then the corresponding revelation would not have come down. If we accept this scenario then it also means that the contents of the Quran become doubtful; because if events occurred and not included in the Quran, then it would have been less in size that what it is. Also, these events were limited to Prophet's life. If the Prophet (PBUH) had lived longer then more events would have occurred and, consequently, the Quran's size would have increased. Further, the events would continue after the

Prophet (PBUH) until the Day of Judgment. Since no more prophets are going to come after himas mentioned in the Quran and, since events are going to continue to happen but revelations would not, then what to do? This is an important question to ponder.

The accounts about event-based revelation or reason for revelation (شانِ نزول)were collected and compiled 250 years after the Prophet (PBUH)

My dear friends, did you notice what this idea of event-based revelation (شانِ نزول) has done to the Quran; to the revelation (وحی) and its goal; to the completeness of *Deen*; and to the finality of the Prophet? Events after all will continue to occur forever but revelation would not, because Allah ended it with the Prophet (PBUH).Thus the guidance obtained through event-based revelation became restricted to specific events and circumstances bounded in space time; and, consequently, the meaning of the Quran became dependent on those past events and conditions.However, those eventsare *not* recorded in the Quran,but, nevertheless, theyare considered to crucial to the understanding of the Quran according to this idea of event-based revelation (شانِ نزول). The question is: where *are* they recorded?Well, they are recorded in narrations (hadiths) that were compiled 250 years after the Prophet (PBUH) and in history books compiled 300 years after the Prophet (PBUH). Imamsfrom coming Bukhara, Nishapur, Tirmiz, Sistan, Qazwin, and Khorasan –all from Iran – collected and compiled their narrations. These Imams gave details of events that supposedly led to the revelation of verses of the Quran; and the meanings of these verses were done then in light of those events. The guidance of the Quran was thus made subject to these events that these Imams, on their own, recorded in their narrations. Did you notice what this single idea of event-based revelation or *Shaan-e-Nuzool* (شانِ نزول) has done to the Quran? Why was this idea promulgated? Because, under this single idea were hidden some very deep conspiracies. This will not be possible to understand without examples. So, let me give you one.

Clear-cut guidance of the Quran in case of slander and rumor

This is about verse 11 of Surah Noor: (24:11). This is popularly known as the event "*Ifk*" of A'isha (R). "*Ifk*" means to slander someoneor spread rumor against someone. The verse (24:11) is: اِنَّ الَّذِیۡنَ جَآءُوۡ بِالۡاِفۡکِ عُصۡبَۃٌ مِّنۡکُمۡ – Verily, numerous among you are those who would falsely accuse others of un-chastity. And the result is: لَہٗ عَذَابٌ عَظِیۡمٌ (24:11) – and awesome suffering awaits any of them. The next verse gives guidance that in case someone brings news of slander to you then: Do not accept it on its face value; do not believe it as true; do not spread it – but, first, find out the facts about it yourself before you reach any conclusion; or if it is related to the community then refer it to proper authorities to investigate and to find out the truth

about it. Do not start spreading it because this will cause the spread of malevolence in the society. This guidance is there in the Quran: لَوْلَآ إِذْ سَمِعْتُمُوهُ ظَنَّ الْمُؤْمِنُونَ وَالْمُؤْمِنٰتُ بِأَنْفُسِهِمْ خَيْرًا ۙ وَّقَالُوا هٰذَآ إِفْكٌ مُّبِينٌ۝ (24:12) – Why do not the believing men and women, whenever such (a rumor) is heard, think the best of one another and say, "This is an obvious falsehood"? Your first reaction would have to say, "On the face it looks like slander or rumor: that it does not seem right". لَوْلَآ إِذْ سَمِعْتُمُوهُ قُلْتُمْ مَّا يَكُونُ لَنَآ أَنْ نَّتَكَلَّمَ بِهٰذَا ۖ سُبْحٰنَكَ هٰذَا بُهْتَانٌ عَظِيمٌ۝ (24:16) – And: Why do you not say, whenever you hear such (a rumor), "It does not behoove us to speak of this, O Thou who art limitless in Thy glory: this is an awesome calumny"?[Asad].My dear friends, these are verses of the Quran. The Quran did not tell: who was that person against whom the slander was propagated. The name has not been mentioned anywhere in the Quran. It was not necessary to give the name and details against whom this slander was propagated because the Quran has given the principles and guidance in such matters. There is no need of names and details because the principle given by the Quran will apply equally to all such cases.

The Quran did not give any name in connection with slander

My dear friends, I have presented the verses to you and their translation. Is there any difficulty or confusion in understanding the meaning of these verses without the name of the person involved in this slander? Does it cause any doubt in understanding the principle the Quran has enunciated about slander? As mentioned, the Quran did not mention any name. But it is sad – really sad – what the hadith says? It says that this slander was against 'Aisha(R); and that she got sick because of it so much that she was near death. Then a revelation from Allah came down to the Prophet (PBUH) which provided proof of her chastity. Only then the Prophet (PBUH) brought her home from her father, Abu Bakr's place, to where she was summarily consigned by him after hearing the news of slander against her. This episode has been described in great detail in aforementioned hadith. When the purpose is fiction and to indulge human curiosity then every piece of the puzzle must be made complete!

Prophet's holy personality in the grip of narrators' lancet

Please think about it! They had to invent some slander against 'Aisha (R) but the writer did not think what kind of image of the Prophet (PBUH) will be created by his fiction. But the Quran is completely explicit about it. It says that your first reaction should have been: "On the face of it this looks like slander and rumor; that this is an awesome calumny." (24: 12, 24:16). The Quran orders that you should investigate the truth when you hear rumor of slander from someone; that you must ask him to

produce four witnesses to support his claim; and that if he does not produce four witnesses then you must punish him. This is all mentioned in the Quran regarding rumor of slander. But the Prophet (PBUH) does not follow any of these Quranic instructions – May Allah protect us! Just imagine to what extent this narrator has gone on to concoct this fiction. There is rumor of slander against 'Aisha (R), the wife of the holy Prophet (PBUH) butthe Prophet did not investigate its truth. He did not ask for four eye-witnesses from those who brought to him the rumor of slander. He did not say that, on face of it, it looks like slander and rumor; that this is awesome calumny. He did not do any of these as instructed by the Quran, and he sent 'Aisha (R) to her father Abu Bakr's place. Rumors kept on flying about her. According to this hadith 'Aisha (R) narrates that women kept coming and talking to her about it; and she kept on crying for a month. And according to this narration the Prophet (PBUH) did not investigate the truth of this slander for a month. Then, finally, Allah sent revelation and cleared 'Aisha (R) of any wrongdoing. Now, consider this my friends: Prophet's life is a role model for all Muslims until the Day of Judgment. What kind of model appears in front of us of the Prophet (PBUH) according to this hadith? What kind Prophet's Sunnah appears before us according to this hadith? – That you should leave aside all the Quranic instructions about slander and rumor and follow the narration that has been reported in Bukhari regarding this? Unfortunately, *this* has become the Prophet's Sunnah now: Do not investigate the truth; just send your wife to her father's place. But there is a problem here. It was not the Prophet (PBUH) who reached conclusion after investigating the truth, but, it was Allah who sent revelation about this matter to the Prophet (PBUH) clearing 'Aisha of any wrongdoing? So, if *we* practice this Sunnah and send our wives to their fathers' places, their lives, then, will be ruined because we are not going to receive any revelation? This, my dear friends, is the result of event-based revelation; this is the meaning of circumstantial revelation! *This* is the outcome of following *Shaan-e-Nuzool* (شانِ نزول).

O Muhammad (PBUH)! If you could only rise and see;
What evil tempest has arisen amidst the human beings!

These narrators did not understand the sanctity of Prophet's life. 'Aisha is the mother of all believers. Did they not think of their "mother" 'Aisha when they wrote these things about her? Did they not pay attention to the explicit orders of the Quran about slander and rumor? Did they not know that the Quran has ordered to investigate the truth before jumping to any conclusion about slander and rumor? Did they not know that the Quran has ordered that four witnesses be produced? Did they not know that one must consider the victim of this kind of slander to be innocent unless the truth is found and the witnesses have given their testimonies? Did they not know that unless

the crime is proven in court of law to be true nothing of the sort reported in this hadith is to be carried out? Did they not know that *this* will be the *real* Sunnah of the Prophet (PBUH)? These people boast that Allah guaranteed the chastity of 'Aisha but they forgot that what kind of opinion people will form about the Prophet (PBUH)?

These are, my friends, the driving forces behind the idea of conditional or circumstantial or event-based revelation called *Shaan-e-Nuzool* (شانِ نزول). If I describe more of these types of hadiths then again the character of the Prophet (PBUH) is further maligned in one form or the other. It appears that this was a great conspiracy that was hatched against the Quran and against the Prophet (PBUH). For example, Zayd (R) was married to Zainab (R). It was a marriage arranged by the Prophet (PBUH) between a freed slave and his(Prophet's) own cousin sister from *BaniHashim* of the tribe of Quresh to provide an example of what the Prophet (PBUH) was preaching about equality and the brotherhood of the Muslim Ummah. But somehow the marriage did not work out and Zayd (R) divorced her. This event is mentioned in the Quran (33:37). The Quran says that the Prophet (PBUH) tried his best to persuade Zayd (R) not to divorce her because the Prophet (PBUH) went against the tradition of the Quresh to marry her cousin from the high tribe of Quresh and its elite family of BanuHashim to a freed slave to establish the principle of equality of human beings. So, he wanted this marriage not to fail and become a counterexample for the Quresh to attack him –and to become heartbreak for her cousin. But Zayd did divorce her. Zainab (R) was so distraught after this event that to lift her from this grief and pain the Prophet (PBUH) married her.

May Allah protect us all!

My dear friends,but listen to the *Shaan-e-Nuzool* (شانِ نزول) of this verse as reported in hadith? It says that the Prophet (PBUH) went to Zayd's house after the marriage. When Zainab opened the door the Prophet(PBUH) became infatuated with her beauty! May Allah protect us!! She is the same cousin with whom the Prophet (PBUH) had lived all his life; she is the same cousin whom he had married to Zayd – but the hadith makes out as if he had seen a stranger and fell in love at first sight, and wanted to marry her? That is the reason the Prophet (PBUH) told Zayd to divorce her, according to this hadith? The Quran is saying that the Prophet (PBUH) was telling him not to divorce her, and, here is this hadith, saying completely the opposite? This is because of the idea of*Shaan-e-Nuzool* (شانِ نزول)mentioned in Bukhari after 250 years as the reason for revelation? What kind of character this presents of the Prophet (PBUH), my friends? When non-Muslims give references to these hadiths then Muslims become furious. But when theseget recorded in Bukhari and Muslim, and other hadith books which our scholars and jurists have embraced

for thousand years, then, no one says anything about it? In fact, these narrations have gotten so entrenched in our collective psyche that these are taught in schools and universities and they have become part of the Islamic curriculum. Graduates of this curriculumare awardedIslamic degrees with all the paraphernalia of convocation and graduation ceremonies.

Do you know that just like they celebrate the completion of the Quran, especially in the month of Ramadan; they also celebrate the completion of Bukhari? All these so-called scholars of Islam have gone through this process by receiving certificate of completion of Bukhari. Narrations including even-based revelation or*Shaan-e-Nuzool* (شانِ نزول)are all there in these books of hadiths. When non-Muslims quote the narrations from these books of hadiths then Muslims become emotionally furious at these non-Muslims and they call for banning their books. When I was in Karachi I received an English book on Prophet's *Seerah*. They asked me to review and to recommend whether or not this book should be banned. When I reviewed this book I found that the quotations given in this book were taken verbatim from our revered hadith and history books with complete references. So, I said to them that yes, this book is such that we must ban it because it smears the character of the Prophet (PBUH); but before banning this book please ban all those books which are his sources. When the same thing is mentioned in our books of hadiths then Muslims embrace them with all their heart; they preach them from every pulpit; they celebrate their completion by awarding degrees; they use them as quotations in their books. But when some non-Muslims quote the same things in their books,Muslimsbecome furious and want to ban their books. Well, if you do want to ban their books then first ban the sources from where they take their material. If you want stop toxic flow then close the source of the flow. My dear friends, how can Muslims stop the source? Their sources are their revered Imams?

Slandering the character of the Prophet (PBUH)

My dear friends, we are discussing the idea promulgated about event-based revelation or*Shaan-e-Nuzool* (شانِ نزول). Did you notice what the prime motive behind this idea is? There can be no room for such things if only the Quran remained the source. The Quran did not give details of the events. These are to be found innarrations of hadith and history and the Quran is understood now in light of these narrations. This is the result of the idea of events happening and revelations coming! This is result of the idea of *Shaan-e-Nuzool* (شانِ نزول).

My dear friends,the Quran is complete by itself. It proclaimsask these people who use extra-Quranic sources: Is the Quran not sufficient for you? But these people say with gusto: No, it is not complete by itself; that it is doubtful by itself; that it is

incomplete by itself; and that these narrations – that were compiled with particular goal in mind some 250 years after the Prophet (PBUH) – these are meant to complete it.

As for the names, the Quran mentions only the names of Zayd and AbiLahab. The name of Zayd has come in connection with the story in which the Prophet (PBUH) was asking him not to divorce his wife: أَمْسِكْ عَلَيْكَ زَوْجَكَ (33:37) – Hold on to thy wife [Asad]. Don't divorce her. These are the words of the Quran. But the aforementioned narration tells exactly the opposite and also maligns the character of the Prophet (PBUH) as if he was lusting to marry her and conspired to get her divorced. What can we say about this, my friends except to feel a sharp sting in the heart?With a very heavy heart I am saying these things. But when you confront these people that this narration is exactly the opposite of the Quran which says that the Prophet (PBUH) pleaded with Zaydnot to divorce his wife; then they reply – please hold your breath! – that the Prophet (PBUH) was saying this only on the surface but deep down in his heart he did wantZayd to divorce his wife so that he can marry her. This is the kind of Prophet's character these narrations are presenting to the world.Remember also that the Prophet's life is model for us until the Day of Judgment. And if someone says that my reverence of the Prophet (PBUH) does let me accept this slur against his character; and that these narrations have been wrongly attributed to the Prophet (PBUH) – then a fatwa is pronounced against him and he is declared *Kafir* (infidel) because, then, Imam Bukhari's narration is proved wrong. So, if this narration goes against the Quran then it is fine with them; if this narration goes against the Prophet (PBUH) then so be it – but if the Quranic narration goes against Bukhari's then these people go by Bukhari? That means, to them,Bukhari and Muslim are above the Quran.And anyone who does not accept this supremacy of Bukhari and Muslim over the Quran then heis declaredKafir or infidel.

My dear friends, please remember! In the entire Quran only two names have appeared: the name Zayd in verse (33:37) and AbiLahab in verse (111:1). But these narrations of Bukhari and Muslim provide stories of events that led to revelation of verses of the Quran. This is nothing but conspiracy against the Quran. We do not need these stories of events that were the cause of revelation to understand the Quran. The Quran is complete by itself. It explains itself. To see the Sun one does not need a lamp. The Quran has said that one needs knowledge, intellect, wisdom, and deep thinking to understand it. Everything else has been added as useless accessories with the Quran. The Quran is complete *Deen*. It provides thecomplete system of life. The Quran is light. It is self-sufficient. It does not need anything else.

Prophet's character in the light of stories of *Shaan-e-Nuzool* (شانِ نزول) –events leading to revelation

My dear friends, after this rather long introduction and explanation about thismake-believe idea of reason for revelation (**شانِ نزول**), let us come to the starting verses of today's lecture:(80:1-2) عَبَسَ وَتَوَلّٰٓى ۙ اَنْ جَآءَهُ الْاَعْمٰى ۗ – He frowned and turned away because the blind man approached him! This is what the Quran says. It does not say who frowned and turned away or who the blind man was. But, this *reason for revelation* (**شانِ نزول**) comes here to fill this missing piece: The Prophet (PBUH) was sitting among the elites of Quresh and preaching Islam to them, and then one of his followers came and sat among them. His name – Abd Allah ibn Shurayh – is also given in the narration for this verse (80:2).The Prophet (PBUH) then frowned and turned away from him. My dear friends, this is given as the *reason for revelation* (**شانِ نزول**) of this verse. Think about it: On one side are the wealthy and most influential chieftains of Quresh, and on the other sidea poor blind follower of the Prophet (PBUH) – and the Prophet (PBUH) frowned and turned away from him. *This* is the behavior that this narration describing the*reason for revelation* (**شانِ نزول**) is depicting of the Prophet (PBUH)?

Now, let us come to the Quran. It says that the chain of revelation started with Noah (PBUH) and ended with Prophet Muhammad (PBUH). In the entire chain of revelation involving all the Prophets (PBUT) a constant thread emerges that those who initially accepted the message of the messengers were the society's poor and downtrodden and those who initially rejected the message were the elites and the powerful of the society. In the story of Noah (PBUH) the Quran mentions that powerful elites asked him to get rid of the poor and the downtrodden that had joined his mission, only then they will come to him because they cannot tolerate these wretched of the society sitting alongside them. But Noah (PBUH) told them that he will do no such thing. He said to them: These, whom you call the wretched, are the most sincere in accepting my message and they are the most respectful to me, not the elites like you. What do you say now?

The criteria for status in society

My dear friends, wealth, power, exception, influence – these are not the criteria for status in the eyes of the Quran. The only criteria for status in the eyes of Allah are conviction in His message and sincerity with which it is carried out. Noah said: Those who come to him like this have all the respect and dignity. They are closest to me. They will sit with me. If I drive them away because of you, the elites, then Allah will drive me away and from His blessing. This was the case from the first to the last messengers. All messengers had the same message for the influential elites: If you

want to accept this message then do it with truth and the sincerity of your hearts. If not, then you can go away. It is not the case that I will become successful if I include in my party big and powerful people. There is no question of this. Here, acceptance is based on truth and the sincerity of the heart – And this has been the message of all the Prophets and this is their Sunnah. This is the foundation of the teaching of the Quran. It is to create a society based on the equality of all humankind for which the Quran was given to the Prophet Muhammad (PBUH) as the last chain of this message. And no prophet is going to come after him – and, neither any book after the Quran.

Allah's certificate bestowed on the Prophet (PBUH)

The Quran says about the Prophet (PBUH): وَاِنَّکَ لَعَلٰی خُلُقٍ عَظِیۡمٍ (68:4) – And thou (stands) on an exalted standard of character [Yusuf Ali]. The Quran has given this certificate to the Prophet (PBUH). Do you think that if a poor blind person comes and sits in our Prophet's gathering, then he will frown and turn away; that he will feel bad; that he will ask him why did you come here; that he will ask him to get out from here? Well! The Prophet (PBUH) will *never* do such a thing. But, Alas! Our *reason for revelation* (شانِ نزول) of this verse says that he did exactly that. May Allah protect us all from this evil!

My dear friends, what is the real meaning of this verse – we will take that up in the next lecture.

رَبَّنَا تَقَبَّلۡ مِنَّا ؕ اِنَّکَ اَنۡتَ السَّمِیۡعُ الۡعَلِیۡمُ

O our Sustainer! Accept our humble efforts because you are fully aware of what we speak and what is hidden in our hearts. (2:127)

FOUNDED IN 1938 AT THE BEHEST OF ALLAMA IQBAL[R] AND QUAID-E-AZAM[R]

CPL NO. 28
VOL.68
ISSUE
7

Monthly **TOLU-E-ISLAM**

25-B, Gulberg 2, Lahore, Pakistan
Phone. 042-35714546 , 042-35753666
E-mail:idarati@gmail.com
web:www.toluislam.com